لہ دعوۃ الحق
طریقۂ تقریر
(۱)
بچوں کے جلسے
نظمیں
تقریریں
مکالمہ
اور
مقالات
از
مولانا سید محمد میاں صاحب

طریقۂ تقریر

(۱)

بچوں کے جلسے

مقالات ★ اور ★ مکالمہ ★ تقریریں ★ ...یں

از

مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند

ناشر
ایم - برادرس بکتابستان
گلی قاسم جان - دھلی
قیمت ۸ آنے

مطبوعہ
الجمعیۃ پریس - دھلی

ملنے کا پتہ
الجمعیۃ بکڈپو - قاسم جان اسٹریٹ دہلی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات اساتذہ اور معلمین سے

خطاب

بچوں کے جلسوں کی ضرورت اور اسکے عظیم الشان فائدے

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

خلق الانسان علمہ البیان (سورہ رحمٰن)

بزرگان محترم!

بیان ۔ یعنی صاف اور واضح طور پر اپنے دل کی بات زبان سے بتا دینا اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو خاص طور پر انسان کو عطا ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمٰن کی دوسری آیت میں اپنے اس انعام کا ذکر فرما کر ہمیں توجہ دلائی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس مخصوص انعام کی قدر کریں ۔ اس کو زیادہ سے زیادہ عمدہ اور بہتر بنائیں اور جہاں تک ممکن ہو اس کو ترقی دیں۔

بہت سے لکھے پڑھے اپنے دل کی بات بلا جھجک صفائی سے نہیں بیان کر سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس انعام کی وہ قدر نہیں کی جو کرنی چاہیے تھی۔

آج کے بچے کل کو جوان ہوں گے اور مستقبل کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہوگی۔ انہیں کی قابلیت کے سانچہ میں ملت کا مستقبل ڈھالا جائے گا۔ آج

ہمارا فرض ہے کہ ہم اس سانچہ کو زیادہ سے زیادہ موزوں۔ اور وقت کے تقاضوں کے مطابق ترقی پذیر بنائیں۔

اللہ تعالیٰ کے اس انعام کی قدر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے جیسے بچوں کی علمی قابلیت میں اضافہ ہو اسی مناسبت سے قوت گویائی۔ اور اظہار مافی الضمیر کی قوت میں بھی ترقی ہوتی رہے اور جب وہ عالم و فاضل ہوں تو علم و فضل کے مطابق وہ مقرر، خطیب اور واعظ بھی ہوں تاکہ تبلیغی اور اصلاحی فرائض خوبی سے انجام دے سکیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے کلام اللہ شریف کا معجزہ عطا فرمایا گیا۔ کہ اس کی ایک چھوٹی سی چھوٹی سورت۔ کی نظیر اور مثال بھی آج تک کوئی نہیں پیش کر سکا نہ قیامت تک پیش کر سکے گا۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قوتِ گویائی اور بیان و خطابت کی بھی معجزانہ شان عطا ہوئی تھی۔ آپؐ کے ارشادات فصاحت و بلاغت کی جان ہیں۔ آپؐ کے خطبوں اور آپؐ کی تقریروں کے جو ٹکڑے ہم تک پہونچے ہیں وہ موتیوں کی لڑیاں ہیں۔ سننے اور ادا کرنے میں نہایت شیریں اور دلوں پر ان کا یہ اثر کہ پتھر کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں۔

پس تعلیم و تربیت کے اس ابتدائی دور میں کہ بچوں کے ننھے منے دلوں کی سرزمین میں اعلیٰ قابلیت اور بہترین صلاحیت کے بیج بونے کا یہی وقت ہے ہر ایک معلم۔ اتالیق۔ ہر ایک اُستاد اور ہر ایک سرپرست کا فرض ہے کہ لکھنے پڑھنے کی تعلیم اور مشق کے ساتھ "بیان" اور گویائی کی طاقت بھی ان میں پیدا کر دے۔

تحریر و تقریر کی تعلیم میں فرق اور جلسوں کا سلسلہ

(۱) بچہ کو ذرا دھمکا کر۔ یا مار پیٹ کر آپ سبق یاد کرا سکتے ہیں۔ لکھنا سکھا سکتے ہیں مگر قوتِ گویائی اس طرح نہیں پیدا کر سکتے کیونکہ قوت گویائی اور خطابت کے لئے ضروری ہے کہ طبیعت آسودہ ہو۔ اس پر کوئی بار نہ ہو اور دماغ کھلا ہوا ہو۔

جو بچہ استاد کی گرم نگاہ یا اُس کی قمچی سے لرز رہا ہے وہ رٹے ہوئے الفاظ تو آدھے تہائی ادا کر سکتا ہے مگر تقریر قطعاً نہیں کر سکتا۔

اس لئے قوتِ گویائی پیدا کرنے کے لئے ضروری ہوگا کہ کوئی ایسا سلسلہ قائم کیا جائے جس میں بچے اپنے شوق سے حصہ لیں اور شروع سے آخر تک اُن کی دلچسپی باقی رہے۔ کلاس اور سبق کی جماعت عام طور پر بچوں کے لئے دلچسپی کی چیز نہیں ہوتی۔ البتہ جلسہ میں بچے اپنے شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ سیرت وغیرہ کے جلسوں میں پہلے پہل بچے ہی ہوتے ہیں۔

پس قوت گویائی پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مکتبوں اور مدرسوں میں بچوں کے جلسوں کا سلسلہ قائم کیا جائے۔ مثلاً ہفتہ میں کوئی ایک دن مقرر کر لیا جائے جس کا ایک دو گھنٹہ اس تفریحی اور دلچسپ تقریب میں صرف کیا جائے

جن مکتبوں یا مدرسوں میں جمعہ کی تعطیل ہوتی ہے وہاں مناسب ہے کہ جمعرات کا دن اس تقریب کے لئے مخصوص کر لیا جائے۔

جلسہ کی جگہ کو سجا کر یا کسی اور مناسب انداز سے ایسی صورت مہیا کی جائے کہ یہاں کی حاضری بچوں کے دماغ پر بار نہ ہو۔ وہ ہنسی خوشی اس پروگرام میں

شریک ہوں۔

فائدہ

قوت گویائی کی اصلاح اور ترقی کے ساتھ ساتھ تقریر کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ مضمون بچہ کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ جس پر تقریر کرنی ہوتی ہے۔ پس اگر دینی مضامین جو دینی تعلیم کے رسالوں میں پڑھائے جا رہے ہیں اُنہیں پر تقریر کرائی جائے تو بچے تقریر کے شوق میں آسانی سے اس مضمون کو یاد کر لیں گے۔ اُستاد بڑی حد تک اُس دماغی کوفت سے نجات پا جائیں گے جو بچوں کو یاد کرانے میں برداشت کرنی پڑتی ہے اور ان سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ یہ دینی اور اخلاقی مضامین بچوں کے ذہنوں میں رچ جائیں گے۔ زبان پر چڑھی ہوئی بات کچھ دنوں میں فراموش ہو جاتی ہے۔ لیکن ذہنوں میں رچی ہوئی بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے جو کبھی نہیں مٹتی۔ اور وہ اصل منشا کہ دینی اور اخلاقی رنگ ایسا پختہ ہو جائے کہ طوفانِ حوادث کی کوئی بھی لہر اس کو نہ مٹا سکے۔ اس طرح بچوں کی دلچسپی کے ساتھ آسانی سے پورا ہوگا۔

پس بچوں کے جلسوں کے لئے سب سے اول تو وہ مضامین منتخب کئے جائیں جو اُن کو پڑھائے جا رہے ہیں یا گذشتہ سال پڑھائے جا چکے ہیں ایسے مضامین کی فہرست اس مضمون کے آخر میں پیش کی جا رہی ہے۔

یہ مضامین دینی تعلیم کے رسالوں میں ہیں۔ استاد صاحبان کو صرف اتنی محنت کرنی پڑے گی کہ تقریر شروع کرنے اور ختم کرنے کا اندازہ بچوں کو

سکھا دیں۔

دوسرے نمبر پر وہ مضامین ہیں جو درسی مضامین کے لئے مددگار ثابت ہوں۔ ایسے بارہ مضامین ان اوراق میں جمع کر دیئے گئے ہیں جو آپ کے سامنے ہیں۔

یہ قطعاً ضروری نہیں کہ بچوں کی تقریریں انہیں مضامین میں منحصر اور محدود رہیں۔ استاد صاحبان دوسری کتابوں یا رسالوں سے بھی مضامین منتخب کر سکتے ہیں۔ البتہ یہ بہت ضروری ہے بلکہ اس تمام سلسلہ کی اصل روح یہی ہے کہ:۔

(۱) ادائگی کا انداز وہ ہو جو کسی سوچی سمجھی بات کا ہوتا ہے۔

(۲) اگر مقالہ پڑھا جائے تو وہ بھی تقریر کے انداز میں یعنی ہر ایک فقرہ علیحدہ ہو۔ اور اس کا اُتار چڑھاؤ ایسا ہی ہو جیسا کسی سوچی سمجھی بات کو سمجھانے کے وقت ہونا چاہیئے۔

(۳) اس لئے ہرگز الفاظ کے پابند نہ ہوں۔ نہ ان کو رٹنے کی کوشش کریں کوشش یہ کریں کہ وہ مضمون اپنے الفاظ اور اپنے انداز میں ادا کر دیں۔

(۴) کامیابی کا مدار یہی قرار دیا جائے کہ ادائگی کا انداز مقررانہ ہو۔ مفہوم وہی ہو الفاظ اپنے ہوں۔ اور سب سے زیادہ نمبروں کا مستحق وہ بچہ مانا جائے جو اپنے الفاظ میں تقریر کے طرز پر مفہوم کو خوبصورتی کے ساتھ صحیح صحیح ادا کر دے۔

(۵) اس درجہ پر پہونچنے کے لئے کچھ عرصہ مشق کرنی ہوگی لہٰذا ابتداء میں بچوں کو اجازت دی جائے کہ وہ اپنا مضمون کتاب میں دیکھکر پڑھیں مگر سبق

سُنانے کی طرح نہیں۔ بلکہ تقریر کے انداز پر۔
اب آپ فہرست ملاحظہ فرمایئے:

پہلی جماعت کے بچّے

جو رسالہ نمبرا پڑھ رہے ہوں اُن سے اس رسالہ کی کوئی نظم پڑھوائی جائے۔ اگر زبانی یاد نہ ہو تو دیکھکر پڑھیں۔ اگر کوئی اور نظم یاد ہو وہ پڑھوائی جائے کسی سے کوئی سورت پڑھوائی جائے۔ اس طرح مجمع میں پڑھنے یا سُنانے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔

دوسری جماعت

اس جماعت کے بچوں سے کوئی سورت یا کوئی نظم پڑھوائی جائے۔ اگر حفظ یاد نہ ہو تو رسالہ نمبرا کی نظم دیکھکر اچھی آواز سے پڑھیں۔ اس طرح شعر پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔

تقریر کے طور پر کوئی کہانی کہلوائی جائے۔ جو بچے رسالہ نمبر۳ کی اخلاقی کہانیاں پڑھ رہے ہوں یا پڑھ چکے ہوں وہ اپنی تقریر میں یہ کہانیاں بیان کریں۔

مکالمہ (۱)، ساجد اور ماجد کی گفتگو جو دینی تعلیم کے رسالہ نمبر۲ میں ہے۔ اس طرح ادا کرائی جائے کہ ایک بچّہ وہ سوالات کرے جو مثلاً ساجد نے کئے ہیں۔ دوسرا بچہ وہ جواب دے جو ماجد نے جوابات دیئے ہیں۔

(۲) اس گفتگو کے انداز پر استاد صاحبان کچھ اور مکالمے بھی تیار کرلیں اور بچوں سے عمل کرائیں تو بہت ہی مفید ہو۔

(۳) اس جماعت میں مکالمہ کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ ایک بچہ کھڑا ہوکر وہ سوال کرے جو ہر سبق کے آخر میں مشق کے لئے دیئے گئے ہیں اور دوسرا بچہ کھڑا ہوکر کتاب کے مضمون کے مطابق اس کا جواب دے۔

تیسری جماعت

اس جماعت کے بچوں سے

(۱) شروع سال میں

(الف) رسالہ نمبر ۳ کی اخلاقی کہانیاں زبانی کہلوائی جائیں

(ب) رسالہ نمبر ۴ میں عقائد کے باب میں جو مکالمے ہیں وہ بے تکلف بات چیت کے انداز میں ادا کرائے جائیں۔ جھجک کے بغیر، بلا تکلف، گفتگو شائستہ اور صاف ہونی چاہیئے

(ج) سبقوں کے آخر کے سوالات بھی مکالمہ کے لئے استعمال کئے جائیں۔

(۱) سال کے دوسرے حصہ میں

مندرجہ ذیل عنوانات پر تقریریں یا مقالات ہونے چاہئیں۔ دینی تعلیم کے رسالہ ۲ سے مدد لی جائے۔ ان عنوانوں سے متعلق مضامین جو رسالہ نمبر ۶ میں ہیں وہ پہلے مقالہ کے طور پر، کتاب میں دیکھکر پڑھوائے جائیں اور چند ہفتوں کے بعد تقریر کے طور سے زبانی بیان کرائے جائیں)

حق کا مطلب اور حق داروں کے مرتبے۔

حقوق اللہ اور حقوق عباد۔

خدمتِ خلق

شکر و احسان مندی

شکر کا غلط اور صحیح طریقہ

اس نمبر میں مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت جو واقعات ہیں اُن کو کہانی کی طرح اپنی مادری زبان اور اپنے مخصوص انداز میں بیان کرائے جائیں۔

بڑوں کی بڑی باتیں (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی)

مسلمانوں کا قول وعدہ اور قسم۔ دشمنوں کو دوست بناؤ۔

اگر بچہ میں صلاحیت ہو تو اس رسالہ یعنی طریقہ تقریر کا کوئی مضمون ان کو یاد کرایا جاوے ورنہ مقالہ کے طور پر پڑھوایا جائے۔

بالخصوص نماز۔ اور پاکی کے مضمون جو اس رسالہ میں ہیں وہ تقریر کے طور پر زبانی ادا کرائے جائیں۔

چوتھی جماعت

چوتھی جماعت کے بچوں سے

(۱) شروع سال میں

انہیں عنوانات پر مقالے۔ مکالمے اور تقریریں ہوں گی جو تیسری جماعت کی دوسری ششماہی کے لئے اوپر ذکر کئے گئے ہیں۔

(۲) اس جماعت کی دوسری ششماہی میں

اس رسالہ یعنی طریقۂ تقریر کی تقریریں اور مقالات وغیرہ پروگرام میں رکھے جائیں اور دینی تعلیم کے رسالہ ۷ اور رسالہ ۹ کے مندرجہ ذیل عنوانات بھی پروگرام میں شامل کر لئے جائیں۔

- رسالت نبوت اور وحی۔ — رسالہ نمبر ۷
- محبت — رسالہ نمبر ۹
- محبت کا تقاضا اور محبت کی جانچ — " "
- ہمدردی اور خیر خواہی اور خدمت خلق — " "
- اتفاق و اتحاد — " "

دینی تعلیم کے رسالہ ۷ کے مندرجہ ذیل عنوانات مکالمہ کے پروگرام میں شامل کئے جائیں

- شاگرد اور استاد کا مکالمہ جس میں ایمان مجمل و مفصل کی تشریح ہے۔
- فرشتے۔
- ختم نبوت اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

پانچویں جماعت

اس جماعت کے بچوں کی تقریروں۔ مقالات اور مکالموں کا وہی پروگرام ہو گا جو چوتھی جماعت کے بچوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ البتہ رسالہ ۱۱ اور ۱۲ کے مضامین کا اور اضافہ کر لیا جائے گا۔ یہ رسالے عنقریب شائع

ہو جائیں گے (انشاءاللہ العزیز)

بچّوں کے جلسے

بچوں کے جلسے باقاعدہ ہونے چاہئیں۔ ہر ایک جلسہ کا پہلے اعلان ہونا چاہیئے۔ جلسہ کے اعلان کے ساتھ پروگرام کا اعلان بھی کر دیا جائے۔

اعلان جلسہ اور پروگرام کا نمونہ پیش کیا جا رہا ہے۔ آپ اس کو بہتر بنانے کی کوشش فرمائیے۔

پروگرام میں ہر ایک عنوان سے متعلق جو مضمون تجویز کیا گیا ہے اُس کا پتہ حاشیہ میں بتا دیا گیا ہے۔

یہ مکرر عرض کیا جا رہا ہے کہ انداز ایسا ہو کہ بچے گرانی محسوس نہ کریں۔ اور اپنے شوق اور خوشی سے اس پروگرام کو کامیاب بنائیں۔

اس پروگرام میں "مقالات" تو دیکھکر پڑھے جائیں گے۔ باقی تقریر، نظم اور مکالمہ کے متعلق بھی بچوں کو کتاب دیکھنے کی عام اجازت ہونی چاہیئے۔

یہ بھی عرض ہے کہ یہ صرف ایک نمونہ ہے جو ان اوراق میں پیش کیا جا رہا ہے اس کو بہتر۔ دلچسپ اور مفید بنانے کے لئے جو بھی مشورہ دیا جائے گا اُس کی پوری قدر اور عزت کی جائیگی اور کوئی خاص دشواری نہ ہوئی تو اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی۔

نیاز مند:۔ محمد میاں

آج مدرسہ کے نوٹس بورڈ (تختۂ اعلان) پر لکھا ہوا ہے

اعلان

جلسۂ عام طلبہ مدرسہ

کل کو جمعرات ہے۔ جیسا کہ ہمارے مدرسہ کا دستور ہے ۹ بجے صبح کے وقت "بچوں کے ہال" میں بچوں کا جلسہ ہوگا۔ چونکہ یہ جلسہ اس سال کا آخری جلسہ ہوگا۔ اس لئے اس کا انتظام بھی زیادہ کیا جا رہا ہے۔ ساتھیوں سے امید ہے کہ وہ بھی اُس کا خیال رکھیں گے اور پہلے ہی وقت زیادہ سے زیادہ تعداد میں پہونچ جائیں گے تاکہ ٹھیک وقت پر کارروائی شروع ہو جائے۔

اِس جلسہ میں تقریریں بھی ہوں گی۔ مکالمہ بھی ہوگا اور مقالات بھی پڑھے جائیں گے۔

پروگرام یہ ہے:

(دوسرا صفحہ دیکھا جائے)

نظام الاوقات[۱] (پروگرام) جلسہ عام طلبہ مدرسہ

نمبر شمار	نام	درجہ	تقریر، مکالمہ یا مقالہ	عنوان	وقت
۱	ساجد صاحب	اول	تلاوت	تلاوت	۳ منٹ
۲	ماجد صاحب	دوم	〃	〃	۳ 〃
۳	احمد شمیم صاحب	اول	نظم	حمد[۲]	۳ 〃
۴	عابد صاحب	دوم	〃	نعت[۳]	۳ 〃
۵	راشد صاحب	〃	تقریر	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن[۴]	۴ 〃
۶	محمود صاحب	سوم	〃	اخلاقی کہانی[۵]	۵ 〃
۷	مسعود صاحب	〃	〃	خدمت خلق[۶]	۷ 〃
۸	مقصود صاحب	〃	〃	دشمن کو دوست کس طرح بنائیں[۷]	۶ 〃
۹	احمد صاحب	چہارم	نظم	نماز[۸]	۳ 〃
۱۰	محمد صاحب	〃	تقریر	نماز کی اہمیت اور اس کی تاثیر[۹]	۴ 〃

ف۱ یہ ضرور خیال رکھیے کہ یہ نقشہ اور نظام الاوقات محض نمونہ کے طور پر ہے آپ اس سے بہتر بنانے کی کوشش کیجئے طلبہ کی کمی زیادتی پر یہ پروگرام طویل یا مختصر ہوتا رہیگا۔

ف۲ دینی تعلیم کا رسالہ ۱ ص ۲ کی حمد پڑھوائی جائے ف۳ دینی تعلیم کا رسالہ ۱ کے ص ۱ پر عربی کے شعر بلغ العلی الخ پڑھوائے جائیں ف۴ دیکھو دینی تعلیم کا رسالہ ۳ صفحہ ۳۵ ف۵ دینی تعلیم کے رسالہ ۳ میں کئی کہانیاں لکھی گئی ہیں ان میں سے کوئی ایک منتخب کرا جائے۔ ف۶ دیکھو دینی تعلیم کا رسالہ ۶ ص ف۷ دیکھو دینی تعلیم کا رسالہ ۵ ص ف۸ دیکھئے یہی رسالہ یعنی طریقہ تقریر ص ۲۲ تا ص ۲۵ کی کوئی نظم پڑھوائی جائے ف۹ دیکھئے اسی رسالہ طریقہ تقریر کا ص ۲۶

نمبر شمار	نام	درجہ	تقریر یا مکالمہ یا مقالہ	عنوان	وقت
۱۱	اشرف صاحب	چہارم	تقریر	نماز نہ پڑھنے والے میدان حشر میں [1]	۴ منٹ
۱۲	امجد صاحب	〃	〃	دین کامل اور پاکی وصفائی [2]	۷ 〃
۱۳	حمید صاحب	〃	〃	آفتاب و ماہتاب کے جلوے [3] اور انسانی غور و فکر	۱۰ منٹ
۱۴	حامد صاحب	پنجم	〃	اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے [4]	۱۰ 〃
۱۵	راشد صاحب و عابد صاحب	دوم	مکالمہ	کلمۂ شہادت اور گواہی کا مطلب [5]	۴ 〃
۱۶	مسعود صاحب و محمود صاحب	سوم	〃	توحید [6]	۵ 〃
۱۷	مجید و عارف	چہارم	〃	ختم نبوت اور خاتم الانبیاء [7]	۵ 〃
۱۸	عتیق احمد صاحب	〃	مقالہ	عملی زندگی میں پاکی اور صفائی کی تعلیم	۷ 〃
۱۹	شفیق احمد صاحب	〃	〃	رحمتِ خداوندی کے کرشمے [8]	۱۰ 〃
۲۰	اخلاق حسین صاحب	پنجم	〃	اسلام اور تقاضائے فطرت	۱۰ 〃
۲۱	عبدالحق صاحب	〃	〃	اسلام کے فائدے اور خوبیاں	۱۰ 〃

محمد اسلم ناظم انجمن علمی - ۲۷ رجب ۱۳۷۶ھ

نوٹ :- یہ کل دو گھنٹے کا پروگرام ہے جس میں ۲۱ بچے شرکت کریں گے۔ یہ بھی خیال فرمایئے کہ اس پروگرام میں ہر ایک بچہ کو۔ اس کے کام کے مقابلہ میں دو ایک منٹ زیادہ وقت دیا گیا ہے۔ بچے اگر ہوشیار ہوں تو یہ پورا کام صرف ڈیڑھ گھنٹہ میں ہو سکتا ہے۔

۱؎ دیکھو طریقہ تقریر ص۲۹ ۲؎ ملاحظہ فرمایئے طریقہ تقریر ص۳۲ ۳؎ دیکھیے رسالہ طریقہ تقریر ص۔ ۴؎ دیکھیے رسالہ طریقہ تقریر ص۔ ۵؎ دیکھو دینی تعلیم کا رسالہ ۲ ص۲۱ تا ص۲۳ ۶؎ دیکھو دینی تعلیم کا رسالہ ۲ ص۹ تا ص۱۲ ۷؎ دیکھو دینی تعلیم کا رسالہ ۷ ص۲۶ تا ص۳۲ ۸؎ یہ مضمون اسکے بعد اسی رسالہ میں تلاش کیجیے۔

بچوں کے
جلسہ کی کاروائی

نظمیں، تقریریں، مکالمہ

اور

مقالات

(ترمیم و اصلاح اور نیک مشورہ شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائیگا)

جلسہ

ابھی ۹ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے کہ سب بچے ہال میں پہونچ گئے جہاں جلسہ کا اعلان ہوا تھا۔ تقریباً ۳ منٹ باقی تھے کہ اُستاد صاحبان بھی تشریف لے آئے۔ بچّوں نے کھڑے ہوکر سلام کیا اور پھر خاموشی سے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔

قابلِ تعریف بات یہ تھی کہ بچے چُپ چاپ کام میں لگے ہوئے تھے۔ نہ چاں ماں تھی نہ شور وشغب۔ ہر بچہ کو یہ فکر تھی کہ وہ لیٹ نہ ہو بلکہ وقت سے کچھ پہلے ہی اپنا کام پورا کرکے اپنی جگہ بیٹھ جائے جیسے ہی ۹ بجے "انجمن علمی" کے ناظم۔ محمد اسلم۔ کھڑے ہوئے اور اعلان کیا :۔

حضرات! جلسہ کا وقت ہوگیا ہے۔ اب جلسہ کی کارروائی شروع ہوتی ہے۔ مَیں اپنے مہربان دوست "مجیب" صاحب کا نام صدارت کے لئے پیش کرتا ہوں "مجیب" صاحب سے آپ سب واقف ہیں۔ یہی ہمارے مدرسہ کے وہ ہونہار طالب علم ہیں۔ جو گذشتہ چھ مہینے ششماہی امتحان میں پورے مدرسہ میں نمبر اوّل آئے ہیں

انجمن کے ایک ممبر جن کا نام اسعد تھا کھڑے ہوئے اور کہا :۔

میرے دوست محمد اسلم صاحب ناظم انجمن علمی نے جناب مجیب

صاحب کا نام صدارت کے لیے پیش کیا ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ جلسہ کے تمام حاضرین اس کی تائید کریں گے۔

ہر ایک بچہ نے فوراً اپنا داھنا ہاتھ کھڑا کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ تائید کرتا ہے۔

تحریک اور تائید کے بعد جناب مجیب صاحب مسند صدارت پر رونق افروز ہوئے۔ پروگرام ان کے سامنے رکھا گیا۔ صدر صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ پھر پروگرام کے مطابق اعلان کیا۔

ہمارے عزیز ساتھی ساجد صاحب درجہ اول چند آیتیں تلاوت کرینگے ساجد صاحب مسند صدارت کے قریب آکر دوزانو بیٹھ گئے۔ قرارت کا اعلان سنتے ہی جلسہ کے تمام حاضرین بھی ادب کے ساتھ دوزانو بیٹھ گئے تھے جیسے ہی قرارت شروع ہوئی ہر ایک بچہ اور بڑا ہمہ تن گوش، سر جھکائے ہوئے، قرارت کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کیونکہ قرآن حکیم کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کا حکم[۱] یہی ہے کہ جب قرآن پاک کی تلاوت ہو تو زبان سے ایک حرف نہ نکالو۔ کان لگاؤ اور پوری توجہ کے ساتھ قرآن شریف سنو[۲]!

---

[۱] اذا قری القرآن الآیہ۔ [۲] جب تک تلاوت ہوتی رہے شور وشغب، کھیل کود تو درکنار۔ بات چیت بھی منع ہے خواہ کتنی ہی اچھی گفتگو ہو۔

محمد میاں

ساجد صاحب کی تلاوت کے بعد ماجد صاحب (درجہ دوم) کے نام کا اعلان کیا گیا کہ وہ تلاوت کریں گے۔ چند آیتیں ماجد صاحب نے تلاوت کیں جن کو نہایت ادب سے اُسی طرح خاموشی کے ساتھ نیچے سر جھکائے ہوئے ہر ایک لفظ پر توجہ دیتے ہوئے پورے غور سے سنا گیا۔

اس کے بعد صدر صاحب نے اعلان کیا کہ احمد شمیم صاحب (درجہ اول) اللہ تعالیٰ عز اسمہ کی حمد و ثنا میں ایک نظم پڑھیں گے۔

احمد شمیم کی نظم کے بعد اعلان کیا گیا کہ عابد صاحب "درجہ دوم" ایک نعت پیش کریں۔

عابد صاحب نے حضرت شیخ سعدی رح کا نعتیہ قطعہ بہت ہی عمدہ لہجہ میں پیش کیا۔ یہ قطعہ اگرچہ عربی میں ہے مگر نہایت مقبول قطعہ ہے۔ لوگ اس کو تبرکاً بھی پڑھتے ہیں۔ جب عابد صاحب نے قطعہ کے آخری مصرع کا پہلا لفظ "صلوا علیہ" پڑھا تو جتنے بھی اس جلسہ میں موجود تھے سب نے درود شریف یعنی "صلی اللہ علیہ وسلم" آہستہ آہستہ پڑھا کیونکہ اس مصرع کا ترجمہ یہ ہے کہ :-

"درود شریف پڑھو آپؐ پر اور آپؐ کی اولاد پر"

اور حکم یہ ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لیا جائے یا آپ پر درود پڑھنے کے لئے کہا جائے تو ہر ایک سننے والے پر درود شریف پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے۔

تلاوت کلام اللہ شریف اور حمد و نعت کے بعد جناب صدر صاحب نے راشد صاحب (درجہ دوم)، محمود صاحب (درجہ سوم)، مسعود صاحب (درجہ سوم)، مقصود صاحب (درجہ سوم) کے ناموں کا یکے بعد دیگرے اعلان کیا۔ ہر ایک نام کے ساتھ پروگرام کے مطابق عنوان کا اعلان بھی کرتے رہے اور یہ نوعمر بچے اس عنوان پر تقریر کرتے رہے جو ان سے متعلق تھا۔ کسی نے زبانی تقریر کی اور ایک بچہ کو زبانی تقریر کی مشق نہیں ہوئی تھی اس نے کتاب دیکھکر کتاب کے الفاظ کو ایسے انداز سے پڑھا کہ بالکل تقریر کا نقشہ کھینچ دیا

اس کے بعد احمد صاحب درجہ چہارم کا نمبر آیا۔ جناب صدر نے اعلان کیا کہ احمد صاحب نماز کے متعلق ایک نظم پیش کریں گے۔ احمد صاحب فوراً اسٹیج پر آئے اور انہوں نے یہ نظم پڑھی :-

(دیکھیے ص ۲۰)

نماز[۱]

تم نہیں جانتے کہ کیا ہے نماز
حق تعالیٰ کی بس رضا ہے نماز

شانِ محبوبِ کبریا ہے نماز
عزت و شانِ انبیا ہے نماز

جو دکھاتی ہے راستہ حق کا
وہ حقیقت میں رہنما ہے نماز

دور ہوتے ہیں رنج و غم جس سے
ہر مرض کی بس اک دوا ہے نماز

نیکیوں کی ہے ابتدا اس سے
دین و ایمان کی انتہا ہے نماز

ہے ذریعہ خدا کی مرضی کا
حق سے ملنے کا واسطہ ہے نماز

جس سے ہوتی ہے عاقبت بہتر
زندگانی کا وہ صلہ ہے نماز

کام آئے گی جو قیامت میں
وہ عبادت ہے وہ دعا ہے نماز

دین و دنیا کی مونس و ہمدم
آخرت کی بھی ہم نوا ہے نماز

کھوٹ انسان کے دور کرتی ہے
حق میں عاصی کے کیمیا ہے نماز

روزِ محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسشِ نماز بود

۱؎ نماز کے متعلق تین نظمیں پیش کر دی گئی ہیں جو اچھی معلوم ہو وہ پڑھی جائے۔ یہ تینوں نظمیں صدر الدین صاحب صدر کی ہیں۔ "بادۂ عرفان" شائع کردہ آستانہ بک ڈپو نزد جامع مسجد دہلی سے کسی قدر حذف و ترمیم کے ساتھ لی گئی ہیں۔

حقیقتِ نماز

فرض ہے واجب ہے سنت ہے عبادت ہی نماز
طاعتیں جتنی ہیں ان میں عین طاعت ہے نماز
رکن ہے اسلام کا بنیادِ ملت ہے نماز
جانِ ایماں روحِ دیں قلبِ شریعت ہے نماز
لازوال و بے بہا دنیا میں نعمت ہے نماز
کام جو عقبیٰ میں آئے ایسی دولت ہے نماز
عاشقانِ باوفا کے واسطے معراج ہے
ہو یقین تو منبع انوار رحمت ہے نماز
نص قرآنی سے ظاہر ہے کہ ہے دل کا سکوں
قلبِ مضطر کے لئے پیغام راحت ہے نماز
سامنے خالق کے جھکنا عاجزی کا ہے ثبوت
اتباع دینِ احمدؐ کی علامت ہے نماز
تندرستی ہو کہ بیماری! سفر ہو یا حضر
فرض ہے مسلم پہ کیونکہ عین حکمت ہے نماز
جو ادا الفاظ ہوں، ہو دل سے ان کا احترام

اس طرح گر ہم پڑھیں تو فی الحقیقت ہے نماز

کلُّ نفسٍ ذائقہ پیشِ نظر ہر دم رہے
اور سمجھ لیں زندگی میں بیش قیمت ہے نماز

گر تضرّع اور رقت بھی دعا کے ساتھ ہو
جانیئے پھر تو کلیدِ بابِ جنت ہے نماز

حشر کے دن سب سے پہلے اِس کو پوچھا جائیگا
بخشش وجود و کرم کی گویا حجت ہے نماز

عابد و زاہد، ولی و پارسا اِس کے سبب
بن گئے محبوبِ خالق وہ ریاضت ہے نماز

اِس کے عاشق برگزیدہ، اِس کے شیدا خوش نصیب
نیک بندے ہیں خدا کے جن کی عادت ہے نماز

معرفت ہو یا طریقت اِس کے درجے ہیں تمام
شوق ہو دل میں تو سر تا پا فضیلت ہے نماز

شان ہے اسلام کی اے صمدؔ دیں کا ہے وقار
مختصر یہ، واقعی مذہب کی زینت ہے نماز

نمازی اور بے نمازی

نمازی آرہا ہے وہ نمازی، غور سے دیکھیں
بھلا ہے یا برا ہے، جانچ لیں، اس طور سے دیکھیں
نظر نیچی، چلن سادہ مجسم خلق ربانی
سراپا جان و دل سے عاشق احکام سبحانی

مجسم نور ایماں کا، دین کا حامل
خدا کا برگزیدہ، نیک نیت، بندۂ کامل
تصنع سے یہ بالاتر، تکبر شان سے ہے اس کی
یہ خادم دین و ملت کا ہے، یہ پہچان ہے اس کی

خدا کا خوف دل میں، ذکر رب جاری زباں پر ہے
عیاں چہرے سے بھولا پن، شرافت کا یہ پیکر ہے
شکستہ حالی و درماندگی میں صابر و شاکر
امیری ہو فقیری ہو زباں پر ہے "ہو الناصر"
رضا جوئی خدائے دو جہاں کی کام ہے اسکا
دعائیں مستجاب ہوں اکثر یہ انعام ہے اسکا
بڑھاتا ہے عمل کوشی سے عرفانِ حقیقت کو

سمجھتا ہے عزیز از جان احکام شریعت کو
سوائے حق تعالیٰ کے نہیں ڈرتا زمانے میں
یہ رستم ہے زمانے کا حقیقت کے بتانے میں

خداوندِ دو عالم کی اسے جب یاد ہے آتی
تو پھر کونین کی کوئی بھی شئے اس کو نہیں بھاتی
منوّر روح، روشن دل، مصفّٰی اس کا سینہ ہے
نشانِ سجدہ ظاہر تقدس کا قرینہ ہے

رہِ تسلیم و عرفاں میں اسے ثابت قدم دیکھا
بہک جائے، بھٹک جائے معاذ اللہ کم دیکھا
طریقِ احمدِ مرسل کا اس کو آشنا کہیے
مسلمانِ صاحبِ ایمان و مومن پارسا کہیے

الوہیت کی منزل کا مسافر جانیے اس کو
طریقت کی گزرگاہوں کا سالک جانیے اسکو
بفضلِ ایزدی اس کو اگر جذبہ میسّر ہو
تو پھر مجذوب یہ مشہورِ دنیا میں سراسر ہو

یہاں تک دنیوی ہیں فائدے اس کی ریاضت کے
ابھی ہیں آخرت میں اور بھی درجے عبادت کے

حدیثوں میں بھی اور قرآں میں بھی صاف لکھا ہے
مسلماں، صاحب ایماں اگر دنیا سے جاتا ہے
اُتر کر حور و غلماں آسماں سے، ساتھ جاتے ہیں
جہاں فردوس میں اس کا ٹھکانا ہے دکھاتے ہیں
ہمیشہ اس کو رہنا ہے جہاں آرام و راحت ہے
اُسی منزل میں دیتے ہیں جگہ اس کو محبت سے
مگر برعکس اس کے بے نمازی بارِ دنیا ہے
نہ جینا اس کا اچھا ہے نہ مرنا اس کا اچھا ہے

نماز کی اہمیت اور اُس[1] کی تاثیر

احمد صاحب اپنی نظم پیش کر چکے تو صدر صاحب نے اعلان کیا کہ محمد صاحب متعلم درجہ چہارم تقریر کریں گے۔ آپ کی تقریر کا موضوع ہے "نماز کی اہمیت اور اُس کی تاثیر"۔ محمد صاحب نے دل ہی دل میں بسم اللہ پڑھی اور اسٹیج پر پہونچے۔ آپ نے اس طرح اپنی تقریر شروع کی:۔

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد۔ حضرات! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یہ واضح کروں کہ اسلام میں نماز کو کس قدر ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اُس کی کتنی عزت وعظمت ہے اور نماز پڑھنے والے پر اس کا اثر کیا ہو سکتا ہے۔ پس خیال فرمایئے کہ اللہ اور رسول پر ایمان لانے اور توحید ورسالت کی گواہی دینے کے بعد سب سے پہلا اور سب سے بڑا فرض اسلام میں "نماز" ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت ہے جو دن رات میں پانچ دفعہ فرض کی گئی ہے۔ قرآن شریف کی پچاسوں آیتوں میں اور رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] یہ مضمون مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی مشہور کتاب "اسلام کیا ہے؟" سے لیا گیا ہے۔

علیہ وسلم) کی سینکڑوں حدیثوں میں نماز کی بڑی سخت تاکید فرمائی گئی ہے اور اس کو دین کا ستون اور دین کی بنیاد کہا گیا ہے۔

نماز کی یہ خاص تاثیر ہے کہ اگر وہ ٹھیک طریقے سے ادا کیجائے اور اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر سمجھتے ہوئے پورے دھیان سے خشوع[1] وخضوع کے ساتھ پڑھی جائے تو اس سے آدمی کا دل پاک، صاف ہوتا ہے۔ اس کی زندگی درست ہوجاتی ہے۔ برائیاں اس سے چھوٹ جاتی ہیں اور نیکی اور سچائی کی محبت اور خدا کا خوف اس کے دل میں پیدا ہوجاتا ہے۔ اسی لئے اسلام میں دوسرے تمام فرضوں سے زیادہ اس کی تاکید ہے اور اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپ کے پاس آکر اسلام قبول کرتا تو آپ توحید کی تعلیم کے بعد پہلا عہد اس سے "نماز" ہی کا لیا کرتے تھے۔ الغرض کلمہ کے بعد نماز ہی اسلام کی بنیاد ہے۔

نماز نہ پڑھنا اور نماز نہ پڑھنے والے رسول اللہ ﷺ کی نظر میں

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز نہ پڑھنے کو کفر کی بات اور کافروں کا طریقہ قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہے

---

[1] خشوع خضوع یعنی عاجزی تواضع۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا
بندہ کے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔[1]
مطلب یہ ہے کہ بندہ اگر نماز چھوڑ دے گا تو کفر سے مل جائیگا
اور اس کا یہ عمل کافروں کا سا عمل ہو گا۔
ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے:۔
"اسلام میں اس کا کچھ بھی حصہ نہیں جو نماز نہ پڑھتا ہو"[2]
نماز پڑھنا کتنی بڑی دولت ہے اور کیسی نیک بختی ہے۔ اور نماز
چھوڑنا کتنی بڑی ہلاکت اور کیسی بد بختی ہے اس کا اندازہ کرنے کے
لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ ایک حدیث اور سنیئے:۔
ایک دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا
کہ جو کوئی نماز کو اچھی طرح اور پابندی سے ادا کریگا تو اس کے واسطے قیامت میں وہ نور
ہوگی اور اس کے لئے (ایمان و اسلام کی) دلیل ہوگی اور نجات دلانے کا ذریعہ
بنے گی۔ اور جو کوئی اس کو خیال سے اور پابندی سے ادا نہیں کریگا تو وہ اس کے
لئے نہ نور ہوگی اور نہ دلیل بنے گی۔ اور نہ وہ اسکو عذاب سے نجات دلائیگی۔ اور وہ
شخص قیامت میں قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔
بھائیو! ہم میں سے ہر ایک کو سوچنا چاہیئے کہ اگر ہم نے اچھی طرح اور پابندی
سے نماز پڑھنے کی عادت نہ ڈالی تو پھر ہمارا حشر اور ہمارا انجام کیا ہونے والا ہے۔

[1] صحاح [2] درمنثور بحوالہ بزار

نماز نہ پڑھنے والے میدانِ حشر میں

محمد صاحب کی تقریر کے بعد درجہ چہارم کے مشہور متعلم اشرف صاحب کا نام تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اس پر روشنی ڈالیں کہ قرآن پاک اور احادیث مقدسہ سے کیا معلوم ہوتا ہے کہ "میدان حشر" میں نماز نہ پڑھنے والوں کا کیا حال ہوگا۔ اور ان کو کیسی ذلت و رسوائی اُٹھانی پڑے گی۔

میاں اشرف فوراً کھڑے ہوتے اور حمد و صلوٰۃ کے بعد آپ نے فرمایا:۔

قیامت کے دن نماز نہ پڑھنے والوں کو سب سے پہلے جو ذلت اور رسوائی ہوگی اُس کو قرآن مجید کی ایک آیت[۲] میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ:۔

"قیامت کے دن جبکہ نہایت سخت گھڑی ہوگی اور خاص انداز سے اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ظہور ہوگا تو سب کو اللہ کے حضور میں سجدہ کرنے کے لئے بلایا جائے گا۔ پس جو خوش نصیب دنیا میں

---

[۱] ماخوذ از "اسلام کیا ہے" مصنفہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی۔

[۲] یوم یکشف عن ساق الآیۃ سورہ قلم

نمازیں پڑھا کرتے تھے وہ فوراً سجدے میں چلے جائیں گے ۔لیکن جو لوگ تندرست اور اچھے ، ہٹے کٹے ہونے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے تھے اُن کی کمریں اس وقت تختہ کی مانند سخت کردی جائیںگی ، وہ کافروں کے ساتھ کھڑے رہ جائیں گے سجدہ نہ کرسکیں گے ان پر ذلت و خواری کا عذاب چھا جائے گا ۔ ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی اور وہ آنکھ اٹھا کر کچھ دیکھ بھی نہ سکیں گے ۔

دوزخ کے عذاب سے پہلے ذلّت و خواری کا یہ عذاب انہیں سرِ محشر ساری دنیا کے سامنے اٹھانا ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس عذاب سے بچائے ۔

دراصل نماز نہ پڑھنے والا شخص ایک طرح سے خدا کا باغی ہے اور وہ جس قدر بھی ذلیل و رسوا کیا جائے اور جتنا بھی اس کو عذاب دیا جائے بلاشبہ وہ اس کا مستحق ہے ۔ اُمّت کے بعض اماموں کے نزدیک تو نماز چھوڑنے والے لوگ دین سے خارج اور مرتدوں کی طرح قتل کیے جانے کے قابل ہیں ۔

بزرگو اور دوستو ! ہم سب کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ نماز کے بغیر اسلام کا دعویٰ بے ثبوت اور بے بنیاد ہے ۔ نماز پڑھنا ہی وہ خاص اسلامی عمل ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق جوڑتا ہے اور

ہم کو اس کی رحمت کا مستحق بناتا ہے۔

نماز کی برکتیں :۔

جو بندہ پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر دست بستہ کھڑا ہوتا ہے اُس کی حمد و ثنا کرتا ہے اُس کے سامنے جھکتا ہے اور سجدہ میں گرتا ہے اور اُس سے دُعائیں کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی خاص محبت و رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ہر ہر وقت کی نماز سے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اس کے دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور اُس کی زندگی گناہوں کے میل کچیل سے پاک صاف ہو جاتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک مرتبہ بڑی اچھی مثال دے کر فرمایا:۔

بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو جس میں وہ ہر دن میں پانچ دفعہ نہاتا ہو تو کیا اُس کے جسم پر کچھ بھی میل کچیل رہے گا۔ (لوگوں نے عرض کیا۔ حضورؐ کچھ بھی نہیں رہے گا) آپؐ نے ارشاد فرمایا بس پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے[۱]

---

[۱] مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم۔

دین کامل اور پاکی صفائی

اشرف صاحب کی تقریر جیسے ہی ختم ہوئی، صدر صاحب نے امجد صاحب کے نام کا اعلان کیا۔ میاں امجد درجہ چہارم کے ہونہار طالب علم ہیں۔ آپ فوراً تخت پر پہونچے اور اس طرح تقریر کی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اما بعد۔ حاضرین کرام!

اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدہ کے دوسرے رکوع میں وضو غسل اور تیمم کے احکام بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے:۔

مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ ۝ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَہِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝

ترجمہ یہ ہے:۔

اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی طرح کی تنگی میں ڈالے بلکہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک وصاف رکھے اور تم پر اپنی نعمت پوری

کردے۔ تاکہ تم شکر کرتے رہو۔

عزیزانِ محترم ! وہ نعمت کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ پوری کرنا چاہتا ہے وہ "دین کامل" ہے

مطلب یہ ہے کہ دین کامل جس طرح باطن کو پاک کرتا ہے وہ ظاہر کی پاکی بھی ضروری اور فرض سمجھتا ہے کیونکہ جب تک بدن پاک نہ ہو دل پاک نہیں ہوتا۔

نماز کی مثال آپ کے سامنے ہے۔

نماز اسلام کا سب سے ضروری رکن اور اسلام کی سب سے افضل عبادت ہے۔

اس عبادت کے لئے جس طرح ضروری ہے کہ دل میں خدا کا ڈر ہو۔ دل کے اوپر اللہ کی بڑائی کا سکہ جما ہوا ہو۔ اور رہ خدا کی طرف اس طرح جھکا ہوا ہو کہ رازونیاز کی شان پیدا ہو۔ اور نمازی سمجھے کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہوا اُس سے باتیں کر رہا ہے۔

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ بدن اُس کے سامنے جھکے، پیشانی زمین پر رکھی جائے اور پورے جسم میں عاجزی اور تواضع کی نرمی پیدا ہو۔

لہ تواضع۔ عاجزی۔

ایسا ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ ضروری ہے کہ بدن پاک ہو ہاتھ پاؤں اور مونہہ وضو کے ذریعہ صاف ہوں۔ جسم پر جتنے بھی کپڑے ہوں وہ پاک ہوں نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہو۔

پس عزیز دوستو۔ دین کامل کی شان یہ ہے کہ جس طرح وہ دین سنوارے، دنیا کے کاموں میں بھی سنوار پیدا کرے۔

بیشک دین کا اصل منشا انسان کو اچھا اور سچا بنانا ہے لیکن اچھا اور سچا انسان اچھا شہری بھی ہوگا اور جو رب کے حضور میں سچا ہوگا۔ وہ اُس کے بندوں کے حق میں بھی اچھا ہوگا جو وہاں پاک صاف ہوگا اس کی شہری زندگی بھی صاف ستھری ہوگی

عزیزان ملت! ہمیں سب کو آقائے نامدار تاجدار دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ کیونکہ آپ محبوب رب العالمین تھے۔ آپ ہر لحاظ سے کامل ومکمل تھے۔ آپ کا ہر ایک فعل اور آپ کی ہر ایک خصلت ہمارے لئے نمونہ ہے۔ آپ کی شان یہ تھی کہ جس طرح آپ کا قلب مبارک نور مجسم تھا۔ آپ کا جسم مبارک بھی ہمیشہ معطر رہا کرتا تھا۔ خدا نے آپ کے پسینہ کو مشک وعنبر کی خوشبو عطا فرمائی

ے کیونکہ اگر خشوع خضوع نہ ہو تو نماز ہوجاتی ہے اگرچہ وہ روحانی لحاظ سے ناقص ہوتی ہے لیکن اگر بدن یا کپڑے ناپاک ہوں تو سرے سے نماز ہی نہیں ہوتی۔

تھی۔ لیکن پھر بھی آپ ہمیشہ خوشبو استعمال کیا کرتے تھے[۵]

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرِ مبارک پر اکثر بال رکھا کرتے تھے مگر ان میں تیل لگا ہوا۔ کنگھے سے جمے ہوئے اور مشک وعنبر سے معطر، احتیاط کا یہ عالم کہ ایک کپڑا الگ تھا جو تیل لگانے کے بعد سرِ مبارک پر ڈال لیا جاتا تھا۔

بزرگو اور دوستو!۔ ہمیں ترنج وقتہ نمازوں یا کھانے کے بعد یا کسی محفل میں جانے کے وقت مسواک کی تعلیم ہے۔ مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سوا دوسرے وقتوں میں بھی مسواک فرماتے رہتے تھے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

"جب بھی جبرئیل امین ملتے ہیں۔ مسواک کی تاکید کرتے ہیں یہاں تک کہ مجھے خطرہ ہو جاتا ہے کہ میرے مسوڑے نہ چھل جائیں"

مطلب یہ ہے کہ جتنا کوئی اللہ سے زیادہ قریب ہو اتنا ہی اسکو زیادہ صاف ستھرا رہنا ہوگا تاکہ خدائے پاک کی برکتیں زیادہ حاصل کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "طہور" یعنی پاکی کو "شطر ایمان" فرمایا، یعنی ایمان کا آدھا حصہ۔

---

[۵] یہاں تک کہ دنیا کی جن چیزوں کو آپ نے پسند فرمایا اُن میں سے ایک خوشبو ہی ۱۲

اس سے آپ اندازہ فرمالیجئے کہ صفائی، ستھرائی اور پاکی کی اسلام میں کتنی تاکید ہے۔

حضرات:۔

آپ صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس بے بضاعت کو کچھ عرض کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

آفتاب و ماہتاب کے جلوے اور انسانی غور و فکر

حمید صاحب درجہ چہارم کے بہت ممتاز طالب علم ہیں۔ ذہین اور پڑھنے لکھنے کے بہت شوقین۔ امجد صاحب کی تقریر کے بعد اعلان کیا گیا: — اب حمید صاحب آپ حضرات کی توجہ قدرت کے اُن عجیب و غریب کارناموں کی طرف منعطف کریں گے جو آفتاب و ماہتاب کی عجیب و غریب ہستیوں سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اور پھر آپ سے درخواست کریں گے کہ ان پر غور و فکر فرما کر کسی بلند نتیجہ پر پہونچیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

حضرات: جو موضوع اس ناچیز کے سپرد ہے اُس کے لئے گھنٹے کیا ہفتے اور مہینے بھی ناکافی ہیں۔ مگر مجھے صرف دس منٹ عطا ہوئے ہیں۔ اسی مختصر وقت میں اس عنوان پر روشنی ڈالنی ہے۔

حاضرین کرام۔ آفتاب و ماہتاب کے جلوے یعنی سورج کا یہ طمطراق، چاند کی رونق، تاروں کی محفل، ہر شخص دیکھتا ہے۔ مگر دن رات اور صبح و شام کے اس تماشے سے سبق لینے والے بہت کم ہیں۔ زیادہ تو وہ ہیں جن کے سامنے صرف اپنی زندگی کے دھندے ہیں۔ بیوی

بچوں کی فکر اور اُن کی ناز برداری رات دن کا مشغلہ ہے اسی مشغلہ میں دن سے رات اور صبح سے شام ہوتی رہتی ہے۔ قدرت کی ان کاریگریوں سے سبق لینے کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔

اگر زندگی کا کوئی واقعہ کبھی ان کو چونکا کر خالق و مالک کی طرف متوجہ بھی کر دیتا ہے تو اُن کی کوتاہ نظریں پھر بھی عجائبات قدرت ہی میں الجھ کر رہ جاتی ہیں۔

یہ نادان چاند سورج۔ دریاؤں اور پہاڑوں کسی ہرے بھرے درخت یا کسی خوفناک یا فائدہ بخش جانور یا کسی دیوی۔ دیوتا کو کارساز اور حاجت روا سمجھکر پوجا پاٹ شروع کر دیتے ہیں اور جب کسی صورت سے کام نکل جاتا ہے تو پھر اُسی زندگی کی اُدھیڑ بن میں لگ جاتے ہیں۔

یہ وہ ہیں جن کے دلوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔

انہوں نے زندگی کا حاصل یہی سمجھا ہے کہ کھائیں پیئیں اولاد پیدا کریں اور ختم ہو جائیں۔

آپ ہی فیصلہ کیجیئے کہ ایسے انسانوں اور جانوروں میں کیا فرق ہے؟ ''معاذ اللہ''

کچھ وہ ہیں جو سوچ وچار اور غور و فکر کرتے ہیں مگر صرف دنیا کی خاطر۔

وہ صرف یہ سوچتے ہیں کہ آفتاب کی کرنوں، اور اُس کی گرمی سے، چاند کی روشنی اور تاروں کی جگمگاہٹ سے وہ اپنی دنیا کیلئے کیا کما سکتے ہیں۔ ذرات کی جوہری طاقت کو دنیا کے بنانے یا بگاڑنے میں کس طرح استعمال کر سکتے ہیں۔

وہ تاروں تک اُڑنا چاہتے ہیں۔ سب سے قریب کے تارے پر پہونچ کر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ آفتاب کی کرنوں کو سمیٹ کر اپنے قبضے میں لا رہے ہیں۔ سمندروں اور دریاؤں کو قبضے میں لاکر اُن سے بجلی بنا رہے ہیں۔ یہ فلسفہ اور سائنس کے ماہر استاد ہیں۔ بال کی کھال نکالنے والے۔ ذرہ ذرہ کی حقیقت سے واقف، مگر افسوس خود اپنی حقیقت سے ناواقف۔ کیونکہ ان کا دماغ کبھی اس طرف متوجہ ہی نہیں ہوا کہ آخر حضرت انسان کی پیدائش کیوں ہوئی اس کو یہ بلند مرتبہ کیوں دیا گیا کہ دنیا کی ہر چیز اس کے حوالے ہے۔ وہ کبھی اس طرف توجہ نہیں کرتے کہ :۔

انسان ہواؤں میں اڑتا ہے۔ دریاؤں میں تیرتا ہے پہاڑوں کے سینوں پر سوار ہوتا ہے، زمین کا جگر چاک کر کے سونے چاندی اور پٹرول کے خزانے نکالتا ہے۔ ہر چیز پر اس کا اقتدار ہے تو آخر وہ کون ہے جس کا اس پر اقتدار ہے۔ جو اس کو مارتا جلاتا ہے۔ جو

مرادیں پوری کرتا ہے اور کبھی ارادوں میں ناکام کر کے اپنی قدرت جتاتا ہے جس نے ہوش وحواس عطا کیے۔ جس نے ذکاوت و ذہانت کی دولت سے نوازا۔

یہ لوگ سمجھدار ہوتے ہیں مگر ناسمجھی میں زندگی گذارتے ہیں اور دانا وبینا ہونے کے باوجود خود اپنے بارے میں نادان بنے رہتے ہیں۔

بہت تھوڑے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نفس کی پاکی، نظر کی گہرائی اور ضمیر کی روشنی عطا فرمائی ہے۔ یہ جب ہواؤں کے چلنے، گھٹاؤں کے اُٹھنے، بادلوں کے برسنے، چمن کی بہار، پھولوں کی سجاوٹ دریا کی موجوں، سمندر کی لہروں، پہاڑوں کے سنگار، تاروں کی زینت، چاند کے گھٹنے بڑھنے، سورج کے چھپنے نکلنے اور اس کے انوکھے نظام پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کے غور و فکر کا پہلا فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ :۔

"خداوندا۔ تو نے یہ عجیب وغریب کارخانہ بیکار نہیں بنایا"

پھر فوراً ہی ان کے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ :۔

ہر چیز جب انسان کے لیے ہے تو انسان کس لیے ہے اور کس کے لیے ہے ؟۔

قدرت نے جب اس کا دامن ہزاروں نعمتوں سے مالامال کیا،

خشکی اور تری، پہاڑ اور جنگل، آگ اور پانی۔ ہوا اور روشنی، غرض ہر چیز پر اس کو اقتدار بخشا تو کیا اس کا فرض نہیں ہے کہ وہ اپنے عطا کرنے والے مالک کا احسان مانے۔ اس کی اِن بے شمار نعمتوں پر اسکا شکر گذار ہو۔ اُس کے سامنے سر نیاز خم کرے اور اس کی عظمت و برتری کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی رگڑتا رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ آپ حضرات پڑھ چکے ہیں. آپ نے زمین و آسمان اور چاند سورج کے کارخانے پر نظر ڈالی اور پھر ان سب سے مونھ موڑ کر فیصلہ کیا:۔

إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ

میں نے اپنا رخ کرلیا اُس ذات کی طرف جس نے بنایا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَمَا

آسمانوں اور زمین کو سب سے مونھ موڑ کر اور میں

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

ان میں سے نہیں ہوں جو اُسکے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں

(سورہ انعام رکوع ۹)

اللہ تعالےٰ رب العالمین ہے

صدر صاحب نے اعلان کیا کہ اب حامد صاحب جو درجہ پنجم کے قابل طالب علم ہیں آپ کے سامنے تقریر کریں گے۔ آپ کی تقریر کا موضوع ہے:۔ "اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے"

حامد صاحب فوراً اسٹیج پر آئے اور حمد و صلوٰۃ کے بعد تقریر شروع کی:۔

محترم حضرات !۔ ہمارا سب کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان الفاظ کی تشریح کروں اور رات دن کے مشاہدات اور آنکھوں دیکھے حالات سے اس کی تائید کروں۔

لفظ اللہ اسمِ ذات ہے جس کی تفسیر تیسرے[1] درجہ کی کتاب میں ہم پڑھ چکے ہیں۔ رب کے معنی ہیں پالنے اور پرورش کرنے والا۔ تربیت کے معنی پرورش۔ عالم، جہان اور عالمین بہت سے جہان اور اگر الف لام بڑھا دیا جائے تو العالمین کے معنی ہوتے ہیں سارے جہان مختصر یہ کہ رب العالمین کے معنی ہیں تمام جہانوں کا پالنے اور پرورش کرنے والا۔ یہ الفاظ کی تشریح ہے اب مثال ملاحظہ فرمایئے۔

---

[1] یعنی دینی تعلیم کے رسالہ نمبر ۴ میں۔

تربیت یعنی پرورش کا نمونہ ماں کی ممتا اور باپ کی وہ شفقت ہے جس کے سایہ میں ہم پلے اور بڑھے اور خدا کے فضل سے اتنے ہو گئے کہ آج ہم جلسہ میں تقریر کر رہے ہیں۔

عزیز ساتھیو!۔ جب ہم پیدا ہوئے گوشت کا لوتھڑا تھے۔ ہمیں صرف رونا آتا تھا۔ نہ ہم بول سکتے تھے نہ دل کی بات زبان پر لا سکتے تھے۔ ماں کی ممتا تھی جس نے ہمیں کلیجے سے لگایا۔ دودھ پلایا۔ ہمیں صاف ستھرا رکھا۔ پہلے صرف دودھ پلایا اور جب ہمارے معدہ میں کچھ طاقت آئی تو غذا کی عادت ڈلوائی۔ پہلے ہلکی غذا دی۔ پھر رفتہ رفتہ کھانا سکھایا۔

ہم اُٹھکر بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے۔ امی جان ہمیں اُٹھائے پھرتی تھیں۔ ہم بیٹھنے لگے تو گھٹیوں چلنا سکھایا۔ جب کھڑے ہونے لگے تو اُنگلی پکڑ کر ماؤں ماؤں چلایا اور اس طرح آہستہ آہستہ چلنا سکھایا۔

اس نمونہ کے بعد اللہ رب العالمین کی وہ پروردگاری ملاحظہ فرمائیے جس کی گود میں کائنات کی ہر چیز پھل پھول رہی ہے اور پروان چڑھ رہی ہے۔

دوستو!! اور بزرگو! غور فرمائیے ماں کی پیار بھری مامتا جس کے بیان میں بھی یہ تاثیر ہے کہ پریم و محبت کی دھاریں بہنے لگتی ہیں

کارخانہ ہستی صرف اسی کی کاربرآریوں[1] کے لیے ہے تو ٹھیک اسی طرح ایک چیونٹی بھی اپنے بل میں کہہ سکتی ہے کہ فطرت کی ساری کارفرمائیاں صرف اُسی کی کاربرآریوں کے لیے ہیں اور کون ہے جو اُسے جھٹلانے کی جرأت کر سکے ؟۔

کیا فی الحقیقت سورج اس لیے نہیں کہ اس کے لیے حرارت بہم پہونچائے ؟۔ کیا بارش اس لیے نہیں کہ اس کے لیے رطوبت مہیا کرے؟ کیا ہوا اس لیے نہیں، کہ اُس کی ناک تک شکر کی بو پہونچائے ؟ کیا زمین اس لیے نہیں کہ ہر موسم اور ہر حالت کے مطابق اُس کے لیے مقام[2] و منزل[3] بنے ؟۔ چیونٹی ہماری نظر کے سامنے ہے اس کے علاوہ مخلوقات کی بے شمار قسمیں وہ ہیں جو ہماری خوردبین سے بھی نظر نہیں آتیں ۔ مگر رب العالمین کی پروردگاری جس طرح ہاتھی جیسے بڑے سے بڑے جانور کی پرورش کر رہی ہے ٹھیک اسی طرح وہ اسی نظام کے ساتھ ان حقیر سے حقیر چیزوں کے لئے بھی زندگی اور بقا کی ہر چیز مہیا کر رہی ہے اور ہر ایک انصاف پسند سے تسلیم کرا رہی ہے کہ وہ جوان کا خالق و مالک ہے وہی رب اور پالنہار ہے۔

---

[1] کاربراری ۔ کام چلانا ۔ مراد پوری کرنا ۔ [2] مقام قیام کرنے کی جگہ ۔
[3] منزل اُترنے کی جگہ ۔

محترم بزرگو اور دوستو!

یہ چند جُملے اس موضوع سے متعلق آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر سکا ہوں۔ اب آپ حضرات سے اجازت حاصل کر کے رخصت ہوتا ہوں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

مُکالمہ

جیساکہ پروگرام میں، بتایا گیا ہے کلمۂ شہادت - کلمۂ توحید اور ختم نبوّت وخاتم الانبیاء (علیہم السلام) کے متعلق وہی مکالمہ قاعدہ سے پیش کیا جائے جو دینی تعلیم کے رسالے ۲ و ۴ و ۶ میں داخلِ درس ہیں - ان کے علاوہ اسباق کے آخر میں جو سوالات ہیں اُن سے بھی مکالمہ کا کام لے سکتے ہیں یعنی خود آپس میں ایک بچّہ کھڑا ہو کر ایک سوال کرے - دُوسرا بچّہ کھڑا ہو کر اس کا جواب دے -

مقالات

تقریروں اور مکالمہ کا سلسلہ ختم ہوا تو جناب صدر نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں حاضرین کا شکرگزار ہوں کہ غیر معمولی دلچسپی اور پوری سکون واطمینان سے تقریروں اور مکالمہ کے پروگرام کو کامیاب بنایا۔ میں ان احباب کا بھی شکرگذار ہوں جنہوں نے تقریروں یا مکالمہ میں حصہ لے کر اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے۔ اب تقریباً نصف گھنٹہ کا کام باقی ہے۔

چند احباب نے مقالے تحریر فرمائے ہیں وہ آپ حضرات کے سامنے پیش کریں گے۔ امید ہے کہ آپ ان علمی مقالوں سے نہ صرف یہ کہ محظوظ ہوں گے بلکہ ان کو ذہنوں اور دماغوں میں محفوظ بھی رکھیں گے میں جناب عتیق احمد صاحب متعلم درجہ چہارم سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنا مقالہ پیش کریں۔ آپ کے مقالے کا عنوان ہے:۔

"علمی زندگی میں پاکی اور صفائی کی تعلیم"

عتیق صاحب فوراً اسٹیج پر پہونچے اور آپنے اپنا مقالہ پڑھنا شروع کیا۔ مقالہ دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے:۔

مقالہ نمبر ۱۱

عملی زندگی میں پاکی اور صفائی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

محترم بزرگو! - ایک فاضل مقرر نے اپنی تقریر میں یہ بتایا تھا کہ اصولی طور پر اسلام میں پاکی کو کتنی اہمیت دی گئی ہے۔

ان کی تقریر کا آخری حصہ یہ تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طہور یعنی پاکی اور صفائی کو "شطر ایمان" فرمایا ہے۔

شطر کے معنی نصف اور آدھے کے بھی آتے ہیں اور شطر کے معنی جز اور حصہ کے بھی ہیں۔

بہر حال جو معنی بھی آپ لیں اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ طہور اور پاکی کو اسلام میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔

میں چند مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں جن سے معلوم ہوگا کہ یہ تعلیم محض اصولی اور منطقی نہیں۔ بلکہ عمل میں بھی اس کو یہی حیثیت دی گئی ہے اور اس کو اتنا پھیلایا گیا ہے کہ زندگی کا کوئی حصہ بھی پاکی اور صفائی سے خالی نہیں رہتا۔

(۱) میں سب سے پہلے مسائل (یعنی فقہ) کی کتابیں ثبوت میں پیش

کرتا ہوں

آپ فقہ کی کسی بھی کتاب کو پڑھنا شروع کیجئے۔ سب سے پہلے "طہارت"، یعنی پاکی اور صفائی کے مسئلے آپ کے سامنے آئیں گے:۔

وضو کس طرح کی جاتی ہے؟۔ ہاتھ کس طرح دھوئے جاتے ہیں؟ مسواک کس طرح کی جاتی ہے؟ ناک کیسے صاف کی جائے؟ انگلیاں پورے، ناخون صاف رہنے چاہیئں۔ پانی بدن کے ایک ایک روئیں کی جڑ تک پہونچنا چاہیئے۔ غسل کس طرح کیا جائے؟ کیسی جگہ بیٹھ کر وضو کی جائے؟ کہاں غسل کیا جائے؟ کہاں نہ کیا جائے؟

پھر کپڑوں، فرش اور برتنوں وغیرہ کے ناپاک ہونے کی صورتیں، اُن کو پاک کرنے کے طریقے۔ کنوئیں کی پاکی اور ناپاکی۔ تھوڑے اور بہت پانی کی تفصیل۔ تالاب، گڑھوں۔ حوض چشموں اور دریاؤں کے پانی کے احکام۔

انسان اور جانوروں کے جھوٹے اور پسینے کے مسئلے، استنجے کا حکم۔ اور اس کے قاعدے وغیرہ وغیرہ۔

غرض اتنی تفصیل سے مسئلے بیان کئے گئے ہیں جس کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں نہیں مل سکتی۔

(۲) فرض نمازوں کے لئے جماعت واجب ہے۔ ہفتہ میں سب سے

بڑی جماعت جمعہ کی نماز میں ہوتی ہے۔

اس جماعت میں حاضری کے لئے تعلیم ہے کہ پہلے غسل کیا جائے۔ مسواک کی جائے، پاک صاف کپڑے پہنے جائیں جن میں بدبو نہ ہو۔ خوشبو (اگر میسر ہو) لگائی جائے۔ سر پر بال ہوں تو کنگھی کی جائے۔ سرمہ لگایا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ حکم صرف جماعت کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر مجمع اور ہر جلسہ میں شریک ہونے کے لئے یہی مسئلے ہیں۔ ان تمام صورتوں میں صفائی، ستھرائی مستحب اور مسنون ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب ملتا ہے۔

(۳) جہاں تم رہتے ہو۔ اس کے پاک صاف رکھنے اور ہو سکے تو لوبان وغیرہ خوشبو سے مہکانے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ مکان کا صحن اور گلی کوچوں کے صاف رکھنے کا خاص طور پر حکم ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور ارشاد کا ترجمہ یہ ہے کہ:-

اللہ تعالیٰ "نظیف" یعنی پاک صاف ہے اور پاک صفائی کو پسند کرتا ہے۔ پس تم خود بھی پاک صاف رہو، گھروں، صحنوں اور آس پاس کے گلی کوچوں کو بھی صاف رکھو۔ اور یہودیوں کی روش نہ اختیار کرو۔ جو مکان اور صحن کو گندہ

سلہ ابو داؤد شریف وغیرہ (صحاح)

رکھتے ہیں ؛'

عزیزانِ محترم! حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام نامی ہم بڑے ادب اور محبت سے لیتے ہیں۔ کیوں نہ ہو یہ ہمارے آقا ر نامدار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی صاحبزادی ہیں جو اپنی طبیعت سے بھی اتنی نیک اور پاکباز ہیں کہ خاتون جنتؑ ان کا خطاب ہے۔ مگر یہی خاتون جنت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی لاڈلی صاحبزادی کسی خوبصورت محل یا پر تکلف کمرہ کو نہیں بلکہ اپنے کچے چھپّر کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے جان کھپاتی رہتی تھیں۔

کوئی نوکر یا غلام نہیں۔ تنہا ہیں سب کام خود ہی کرتی ہیں۔ حد یہ ہے کہ خود ہی آٹا پیستی ہیں اور خود ہی پانی بھرتی ہیں اور خود ہی گھر کی اونٹنی کے چارہ کا خیال رکھتی ہیں۔ لیکن گھر کی صفائی کا پھر بھی تنا خیال ہے کہ کپڑے میلے ہو جاتے ہیں تو ان کو بار بار دھونا منظور مگر یہ منظور نہیں کہ مکان میلا رہے۔

(۴) جن راستوں سے تمہارا گذر ہو اُن کو صاف رکھو۔ اُن کے علاوہ کسی بھی راستہ پر کوئی تکلیف دہ چیز نظر پڑے اس کو ہٹا دو۔ یہ اِسلام کی تعلیم ہے۔

لہ یعنی سیدۃ نساء اہل الجنۃ۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"راستہ سے "اذی" کو ہٹا دینا ایمان کا جزء ہے"

"اذی" ہر وہ چیز ہے جو تکلیف دے، کوڑا۔ کرکٹ۔ جھاڑ، کانٹا چھلکا، اینٹ، پتھر، روڑا۔ پلیدی وغیرہ سب چیزیں "اذی" میں داخل ہیں۔ جن کے ہٹا دینے کا اتنا ثواب ہے کہ ایک حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

"اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو اس پر بخش دیا کہ اُس نے راستے سے جھاڑ ہٹا دیا تھا جس سے لوگوں کو تکلیف ہو رہی تھی۔"

(۵) بزرگو! دوستو! ۔ یہ درست ہے کہ دوسرے مذہبوں اور دوسرے فرقوں میں بھی صفائی کی تاکید ہے لیکن یہ بھی درست ہے کہ اسلام میں جو تاکید اور احتیاط ہے وہ اوروں کے یہاں نہیں۔ موٹی سی بات ہے کہ دوسرے فرقوں کے لوگ پیشاب سے فارغ ہو کر ویسے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہے کہ پیشاب کے قطرے کپڑوں میں جذب ہوتے ہیں۔

ہمارے ملک میں لوگ ہر موسم میں صبح کو غسل کرنا ضروری سمجھتے ہیں لیکن غسل اس طرح کرتے ہیں کہ کپڑے اور جسم کی نجاست کچھ جسم پر

رہ جاتی ہے اور کچھ غسل کے پانی میں گرتی رہتی ہے۔

انگریزوں میں صفائی کا بہت لحاظ رکھا جاتا ہے لیکن پاکی اور ناپاکی کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا شاید اُن کی زبان میں پاکی اور طہارت کا پورا مفہوم ادا کرنے کے لئے بھی کوئی لفظ نہیں ہے۔

وہ کپڑوں کی صفائی کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ چہرے بھی صاف ستھرے رکھتے ہیں۔ چمک دمک اور خوبصورتی بڑھانے کیلئے "کریم" اور "پوڈر" کا استعمال بھی ضروری سمجھتے ہیں مگر اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ جو کپڑے وہ پہن رہے ہیں وہ پاک ہیں یا ناپاک؟

یورپ والوں کا عام قاعدہ ہے کہ کاغذ سے استنجا کرکے باہر آتے ہیں اور ٹب میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اسی پانی سے کلیاں کرتے ہیں اور اسی سے سارا بدن دھوتے ہیں۔ اس کا اُن کو خیال بھی نہیں آتا کہ اُن کے اس طرح بیٹھ جانے سے پلیدی کا اثر جب پانی میں پہونچا تو وہ پانی ناپاک ہوگیا اور گندگی کے جراثیم جب پانی میں مل گئے تو وہ استعمال کے قابل نہیں رہا[1]۔

---

[1] یہاں یہ بے احتیاطی اور دوسری طرف یہ وہم کہ انسان کے جھوٹے کو ناپاک سمجھتے ہیں۔ ایک پلیٹ میں کھانا نہیں گوارا کرتے۔ اسی سے تنہا خوری اور چھوت چھات کی بنیاد پڑتی ہے اسلام اس قسم کے وہموں سے پاک ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کا جھوٹا پاک ہے۔ (باقی ص۵۶ پر)

اس کے مقابلہ میں اسلام کی احتیاط ملاحظہ فرمائیے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ پہلے کلوخ (ڈھیلے) سے چھوٹا بڑا استنجا خشک کر لو پھر پانی سے آبدست کرو تاکہ نجاست پوری طرح صاف ہو جائے اور بدبو بھی باقی نہ رہے۔

قرآن شریف میں اُن صحابہ کی جو "قبا" میں رہا کرتے تھے تعریف فرمائی گئی ہے کہ:۔

"وہ ایسے ہیں جو خوب پاک صاف رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے[له]"

ان کی یہ تعریف کیوں فرمائی گئی اور وہ کیا پاکی اور صفائی تھی جس کے یہ عادی تھے اور جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ وہ پاکی اور صفائی یہی تھی کہ یہ بزرگ پہلے کلوخ استعمال کرتے تھے اس کے بعد پانی سے آبدست کیا کرتے تھے۔

پیشاب کے قطرے اور پیشاب کی چھینٹیں معمولی معلوم ہوتی ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵) مرد ہو یا عورت۔ مسلم ہو یا غیر مسلم (ھدایہ) اچھوت ہو یا شادرن ہندو۔ اسلام میں کوئی تفریق نہیں سب برابر ہیں۔ سب ایک پلیٹ میں ایک دسترخوان پر کھا سکتے ہیں۔

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) له يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا - وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (سورہ نور)

عام طور سے ان کا خیال نہیں کیا جاتا۔ مگر اسلامی تعلیم کے لحاظ سے یہ بہت خطرناک ہیں کیونکہ ان سے بدن اور کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں اور جب کپڑا یا بدن ناپاک ہو تو نماز نہیں ہوتی اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کے باوجود نہ پڑھنے کا گناہ ہوتا رہتا ہے جس کا نتیجہ عذاب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ایک مرتبہ ایک قبرستان سے گذر رہے تھے تو فرمایا:۔

"یہاں دو مردوں کو عذاب ہو رہا ہے ایک کو اس پر کہ وہ چغلیاں کھاتا تھا اور دوسرے کو اس وجہ سے کہ وہ پیشاب سے احتیاط نہیں برتتا تھا۔[۱]

اس سے بڑھ کر پاکی اور صفائی کی اہمیت کیا ہو سکتی ہے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہ برتنے پر بھی عذاب کی دھمکی صراحت کے ساتھ حدیثوں میں موجود[۲] ہے۔

---

[۱] ترمذی شریف وغیرہ۔

[۲] دوسرے فرقہ والوں کو سخت اعتراض ہے کہ مسلمان اُسی لوٹے سے وضو کر لیتے ہیں جس کو پاخانہ میں لے جاتے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں میں یہ قاعدہ عام نہیں۔ بہت سے صوبوں میں یہی رواج ہے کہ پاخانہ کا لوٹا الگ رہتا ہے۔ اس رواج کو اگر عام کر دیا جائے تو اچھا ہے اعتراض کا موقع بھی نہ رہے۔ مگر اصل بات یہ ہے (باقی صفحہ ۵۸ پر دیکھیے)

حضرات ۔ اس موضوع پر یہ چند جملے پیش کرنے کے بعد آپ حضرات کی نوازش وعنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اجازت چاہتا ہوں ۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(باقی حاشیہ صہ ۵۷)

کہ اسلام پاکی کی تعلیم دیتا ہے ۔ اوہام پرستی نہیں سکھاتا ۔ لوٹے کو پاخانے میں لے جانے سے مسلمانوں کے قاعدے کے مطابق ناپاکی کی چھینٹیں نہ لوٹے کے اندر پہونچتی ہیں نہ باہر پڑتی ہیں تو لوٹے کو ناپاک سمجھنا محض وہم ہے ۔ پاخانے کی ہوا لوٹے کو ضرور لگتی ہے ۔ مگر ہوا ناپاک نہیں مانی جاتی ۔ ورنہ جب کسی پاخانہ یا کوڑی کے سامنے سے گذر ہو ۔ غسل کرنا چاہیئے حالانکہ نہ کوئی ہندو اس صورت میں غسل کو ضروری سمجھتا ہے نہ انگریز یا عیسائی ۔

رحمت خداوندی کے کرشمے

رحیم، رحمٰن۔ ارحم الرحمین اور رحمت کی تفسیر

عتیق صاحب کے مقالہ کے بعد صدر جلسہ نے اعلان کیا:۔

"جناب شفیق صاحب مقالہ پیش فرمائیں گے۔ آپ کے مقالہ کا عنوان ہے۔ رحمت خداوندی کے کرشمے"

شفیق صاحب اسٹیج پر پہونچے اور آپ نے اپنا مقالہ پڑھنا شروع کیا:۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ وَعَلَّمَہُ الۡبَیَانَ۔ اَلَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ وَعَلَّمَہُ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ الۡاَکۡرَمِ۔ وَعَلٰی جَمِیۡعِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی آلِہِمۡ وَاَصۡحَابِہِمۡ اَجۡمَعِیۡنَ الَّذِیۡنَ ھُمۡ ھُدَاۃُ الدِّیۡنِ الۡاَقۡوَمِ۔

اَمَّا بَعۡد۔ فَقَدۡ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ وَالۡفُرۡقَانِ الۡحَمِیۡدِ۔ قُلۡ یَا عِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰی اَنۡفُسِہِمۡ

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

ابھی مجھ سے پہلے میرے فاضل دوست حامد صاحب متعلم درجہ پنجم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور پروردگاری کے چند نمونے اپنی تقریر میں پیش کر چکے ہیں۔ میں اسی نشانِ راہ پر چند قدم چلنا چاہتا ہوں۔ میرے مقالہ کا موضوع بھی وہی ذات برحق ہے

"مَن بندہ آفتابم ہمہ زآفتاب گویم"[1]

میرے مقالہ کا عنوان اُسی ذات برحق کی صفت رحمت ہے۔ یہ چند ٹوٹے پھوٹے جملے اسی عنوان کے تحت پیش کر رہا ہوں۔

رحمت۔ کیا ہے؟ رحمت کی تفسیر رحمت کے لئے اردو میں مہربانی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر یہ لفظ رحمت کا پورا مطلب ادا نہیں کرتا۔ رحمت اگر وسیع دامن ہے تو مہربانی صرف اس کی ایک شکن[2]۔ رحمت اگر گلدستہ ہے تو مہربانی اس گلدستہ کا صرف ایک پھول۔

مہربانی کے ہم معنی چند اور الفاظ بھی بولے جاتے ہیں مثلاً

---

[1] میں آفتاب کا غلام ہوں جو بھی کہتا ہوں آفتاب کی بات کہتا ہوں"۔

[2] شِکَن۔ سلوٹ۔

عنایت، نوازش، شفقت، محبت، لطف و کرم، احسان وغیرہ۔
یہ سب الفاظ مفہوم[1] رحمت میں داخل ہیں مگر رحمت کا پورا
مطلب اَدا کرنے سے قاصر۔

دراصل رحمت وہ پاک جذبہ ہے جو موقع بموقع محبّت،
شفقت۔ مہربانی اور لطف وکرم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔
رحمت وہ صفت ہے جو زبردست[2] کو زیردست[3] پر قوی کو کمزور
پر مشفق و مہربان بناتی ہے

رحمت وہ نرمی ہے جو باپ کو شفقت پر، ماں کو ماتا پر
حاکم کو مہربانی پر۔ اُستاذ کو تربیت پر، درویش کو خدمت خلق پر،
سخی کو سخاوت پر، محسن کو احسان پر آمادہ کرتی ہے

اللہ تعالیٰ کی صفت خلق نے ہر چیز کو نیست[4] سے ہست[5] کیا
عدم کا پردہ ہٹا کر وجود کا جامہ[6] پہنایا۔ صفت تربیت نے اس کو
باقی اور محفوظ رکھکر نشو و نما[7] کی آخری منزل پر پہونچایا۔ صفتِ
رحمت اس سے بھی آگے بڑھ کر اس کی زندگی کو خوشگوار، تربیت

---

[1] مفہوم، مطلب۔ [2] زبردست یعنی اونچے ہاتھ والا یعنی غالب، [3] زیردست
نیچے ہاتھ والا یعنی مغلوب [4] نیست نہیں۔ یعنی عدم۔ [5] ہست یعنی موجود ہر
[6] جامہ کپڑا، لباس۔ [7] نشو و نما۔ بڑھنا۔ پھولنا، پھلنا۔

کو دلچسپ اور اس کی حفاظت کو پرلطف بنا رہی ہے۔

زندگی ان مویشیوں میں بھی ہے جو ہماری سواری، باربرداری یا کھیت جوتنے اور بونے کے کام میں آتے ہیں۔

پرورش، غلاموں اور ان یتیم بچوں کی بھی ہوتی ہے جن کا کوئی وارث یا سرپرست نہیں ہوتا۔

حفاظت قیدیوں کی بھی ہوتی ہے جن کو جیل خانے کی سلاخوں کے پیچھے بند رکھا جاتا ہے۔

لیکن آغوش مادر کے گہوارہ اور شفقت پدر کے سایہ میں جو بچہ ناز و نعم[۵۱] کی زندگی گذار رہا ہو۔ اس کو صرف زندگی پرورش اور حفاظت ہی نصیب نہیں بلکہ اس سے بھی آگے کچھ اور میسّر ہے۔ جو نہ مویشیوں کو حاصل ہے اور نہ غلام یا قیدی کو مُہیّا۔

اس بچہ کی زندگی خوشگوار ہے۔ اُس کی تربیت نازوں سے بھری ہوئی اور اس کی حفاظت گویا پھولوں کی سیج۔

بس یہ بات جو نازوں سے پالے ہوئے بچہ کو میسر ہے رحمت کی عملی تفسیر ہے۔

جب بھی قرآن پاک کی تلاوت یا کوئی بڑا کام کرتے ہو تو

---

۵۱ نعم:۔ نزاکت۔

پڑھا کرتے ہو :۔ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم
دن اور رات کی نمازوں میں کم سے کم بتیس۳۲ مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھتے ہو۔ جس کا پہلا اور دوسرا فقرہ ہے :۔ الحمد للّٰہِ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مطلب کیا ہے؟
مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ جس کا تصور اسلام پیش کرتا ہے۔ سراسر رحمت ہے۔ اس کا پیغام رحمت، اُس کے نبی رحمت، پس ضروری ہے کہ اس کے ماننے والے بھی رحمت، مہربانی اور مخلوق خدا کے لئے سراسر لطف وکرم ہوں۔

رحمٰن :۔ بہت مہربانی کرنے والا۔

رحیم :۔ ہمیشہ مہربانی کرنے والا

الرحمٰن الرحیم :۔ وہ ذات جو بہت مہربانی کرتی ہے اور اس کی صفت بھی یہ ہے کہ رحم کیا کرتی ہے

ارحم الراحمین عالم وجود میں جتنے اور جس قسم کے بھی مہربانی کرنیوالے ہیں وہ اپنے رحم وکرم میں ان سب سے بڑھا ہوا ہے۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ ان کا جلوہ ہم رات دن دیکھتے رہتے ہیں۔
ایک کھلا ہوا رحم جو ہر وقت شامل حال ہے یہ ہے کہ ہماری

تمام کوتاہیوں، تمام گناہوں اور نافرمانیوں پر پردہ پڑتا رہتا ہے۔ ہم اپنے مجرم کو فوراً سزا دینے کے لئے بے قابو ہو جاتے ہیں مگر یہ اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم اور اُس کی مہربانی ہے کہ ہر قسم کی نافرمانیوں، شرک و کفر، الحاد اور بے دینی کے باوجود نعمتوں کی بارش برابر برستی رہتی ہے۔ کھانے کو ہر طرح کی غذا۔ پھل۔ نُقل اور فواکہ۔ پینے کو میٹھا پانی اور بہترین شربت۔ پہننے کے لئے پُرتکلف پوشاک، گرم اور ٹھنڈے کپڑے، رہنے کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ مکانات اور محلات۔ عظیم الشان کوٹھیاں اور بنگلے۔ چلنے، پھرنے اور سفر کرنے کے لئے طرح طرح کی سواریاں حضرتِ انسان کو میسر ہیں۔ قہر و غضب کی گرفت برابر ملتوی ہو رہی ہے اور اس کا انتظار کر رہی ہے کہ کب انسانِ خواب غفلت سے بیدار ہو۔ تاکہ قہر و غضب ہمیشہ کے لئے مل جائے۔

ان تمام سرکشیوں اور بغاوتوں کے باوجود ارحم الراحمین کا پیغام یہ ہے۔

قل یا عبادی الذین (اے اللہ کے رسول) کہہ دیجئے میرے اُن بندوں نے

لہ الحاد: بے دینی۔ بے راہی۔ ٢ہ نقل وہ چیز جو کھانا کھانے کے بعد مزا بدلنے کے لئے کھائی جائے۔ ٣ہ فواکہ۔ فاکھہ کی جمع ہے فاکہہ۔ پھل۔ فواکہ مختلف قسم کے پھل
٤ہ گرفت: پکڑ۔

اسرفوا علیٰ انفسہم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ ھو الغفور الرحیم (سورۂ زمر)

جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی کہ خراب کاموں میں عمر ضائع کی، آس مت توڑ واللہ کی مہربانی سے۔ بے شک اللہ بخشدیتا ہے سب گناہ۔ وہ غفور رحیم ہے۔

دوسرا انعام۔ اور رحم وکرم کا ایک اور ظہور جو صرف انسانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ ہر مخلوق کے لئے عام ہے وہ ارد گرد کی موافقت ہے یعنی جو بھی مخلوق ہے اُس کے آس پاس کی قدرتی چیزیں اُس کے موافق ہی ہیں یعنی وہ اپنے اثر اور تاثیر کے لحاظ سے ایسی ہی ہیں جیسی اُس کے نشوونما کے لئے ہونی چاہیئں اور جن کی اُس کو اپنے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے لئے ضرورت ہے۔

مچھلی کے لئے پانی۔ موتی اور مونگے کے لئے دریا کی گہرائی، پرندوں کے لئے ہوا، سمندر کے لئے آگ۔ کیڑوں۔ مکوڑوں کے لئے کوڑے کرکٹ، پھولوں کے لئے نرم اور گداز زمین۔ ہلکی سی نمی اور بھینی بھینی ہوائیں۔ ببول کے لئے سنگلاخ اور آکھ کے درخت کے لئے ریتلی زمین درکار ہے تو قدرت نے ہر ایک کے لئے وہی چیز فراہم کردی ہے جو اس کے نشوونما اور بڑھنے اور پھولنے کے لئے ضروری ہے

انسان کی غذا کے لئے پکی خوراک کی ضرورت ہے تو دیکھو رحمت

خداوندی نے اس کے چولھے دھکانے کے لئے کتنا سوختہ فراہم کردیا کروڑوں من لکڑی روزانہ چولھوں اور بھٹیوں میں جل جاتی ہے پھر بھی ختم ہونے میں نہیں آتی۔

انسان کو انجنوں اور کارخانوں کے لئے زیادہ سوختہ کی ضرورت تھی تو اللہ کی رحمت نے خاموشی سے پتھر کے کوئلے کی طرف اشارہ کردیا جس کے بیشمار خزانے خدا جانے کب سے زمین کے موٹے دامنوں میں چھپے ہوئے تھے۔ اس سے بھی زیادہ ضرورت پیش آئی تو پیٹرول کے سوتے بتا دیئے جس کے بے شمار اور بے حد وحساب نالے اور نالیاں زمین کی رگوں میں پھر رہی ہیں۔

کروڑوں گیلن پیٹرول روزانہ ان سوتوں سے برآمد کیا جاتا ہے اور بے تحاشا، موٹروں، بسوں اور لاریوں کے دوڑانے، اور ہوائی جہازوں کے اڑانے میں صرف کردیا جاتا ہے۔ مگر اُس کے رحم وکرم کی فیاضیاں اس کو اتنا ہی پیدا کردیتی ہیں جتنا وہ برآمد کرسکتا ہے۔ اُس سے زیادہ برآمد کرسکے تو رحمت خداوندی کے چشمے پھر بھی خشک ہونے کا نام نہ لیں۔

گاؤں کے رہنے والے شہری تکلفات سے ناآشنا ہیں تو ارحم الراحمین کی رحمت نے ان کے لئے دودھ، دہی، تازہ پھلوں اور

طرح طرح کے اناج کے وہ خزانے جمع کر دیئے کہ وہ خود بھی خرچ کرتے ہیں اور جو بچتا ہے وہ شہر والوں کو بخش دیتے ہیں۔

کتنی برفانی چوٹی کا رہنے والا پہاڑی انسان شہریت کا مطلب بھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتا مگر رحمتِ خداوندی کی فیاضی دیکھو کہ اس کے گرداگرد بھیڑوں، بکریوں اور پہاڑی دنبوں کے گلّے جمع کر دیئے ہیں۔ جن کے دودھ سے اپنے بچوں کی پرورش کرتا ہے کھال سے پوستین بناتا ہے اور اُون سے کمبل اور قالین تیار کرتا ہے جن کو وہ شہریوں کے ہاتھ سونے کے مول فروخت کر کے اپنے لئے سرمایہ فراہم کرتا ہے۔

ایک لکڑہارا جو گھنے جنگل میں درختوں کے کسی جھنڈ میں جھونپڑی ڈالکر زندگی گذار رہا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ اُس کے ارد گرد کی چیزیں اُس کے موافق نہیں۔ لیکن اس کا دل اپنے رحیم و کریم پروردگار کا شکر گزار ہے کہ اس کی پیاس بجھانے کے لئے شیریں پانی کا چشمہ اُس کی جھونپڑی کے نیچے بہہ رہا ہے، غذا کے لئے تازہ تازہ پھل درختوں پر لٹک رہے ہیں۔

وہ اگر بیمار پڑتا ہے تو اس کے علاج کے لئے زود اثر جڑی بُوٹیاں اُس کے پیروں کے پاس موجود ہیں۔

دھوپ تیز ہوتی ہے تو درختوں کا شامیانہ اس کا سائبان ہوتا ہے۔ تھک جاتا ہے تو ٹھنڈی ہوائیں تھپک تھپک کر اُس کو میٹھی نیند سلاتی اور بدن کے جوڑ جوڑ سے تکان دور کر دیتی ہیں۔ وہ کام سے فارغ ہوتا ہے تو پتیوں کی سبزی اور پھولوں کی خوشنمائی سے آنکھیں سینکتا ہے۔

پھر یہی درخت ہیں جو موسمِ بہار میں اسے پھل بخش رہے ہیں، موسمِ خزاں میں تاپنے کے لئے پتے جھاڑ رہے ہیں۔ سوکھ جاتے ہیں تو تختے، کڑیاں، اور جلانے کے لئے سوختہ فراہم کرتے ہیں۔ اور دیکھو ایک ہی درخت ہوتا ہے مگر اُس کے پتوں کی کچھ خاصیت، پھل کی دوسری تاثیر، ٹہنی کسی اور کام آتی ہے، چھال کے فائدے دوسرے ہیں۔ گٹھلی میں مغز کی کچھ تاثیر اور پوست کی جُدا خاصیت۔

ایک قصّہ مشہور ہے کہ :۔

ایک مسافر سخت گرمی میں ایک جھونپڑی میں جا پہونچا جس پر ناریل کے درختوں کا سایہ تھا۔ جھونپڑی والے میزبان نے مسافر کو شربت، دودھ اور حلوا نہایت عمدہ برتنوں میں پیش کیا۔

مسافر نے پوچھا۔ اس لق و دق میدان میں یہ نعمتیں کہاں سے آئیں ؟

جھونپڑی کے مالک نے ناریل کے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ کچے ناریل سے پانی۔ پکے ناریل سے دودھ۔ پتوں سے حلوا۔ کلیوں سے شربت۔ چھال سے برتن۔ لکڑی سے ایندھن، سوکھے پتوں سے چھت، ریشوں سے رسیاں اور تیل سے روشنی حاصل کیا کرتا ہوں۔

جب یہ مسافر چلنے لگا تو میزبان نے ایک شاخ جھاڑی جس سے گرد سا گرا۔ اس گرد سے سیاہی کا کام لے کر اپنے ایک دوست کو خط لکھدیا۔

غرض کتنی ہی نعمتیں ہیں جن کے موتی سب طرف بکھرے ہوئے ہیں جو نہ شمار میں آسکتی ہیں نہ حساب و کتاب میں۔

اللہ تعالیٰ نے درست فرمایا:۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا — اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو اُن کا حساب نہیں کر سکتے۔

یہ نعمتوں کی بارش کیوں ہے۔ صرف اس لئے کہ ارحم الراحمین کی رحمت کا یہی تقاضا ہے

جمالِ فطرت احقر کا یہ مقالہ اب ختم ہو رہا ہے۔ آخر میں رحمت کے ایک اور پہلو پر بھی اڑتی ہوئی نظر ڈال لیجیے۔

یعنی فطرت کا وہ حسن وجمال جس کے جلوے ہر طرف نظر آرہے ہیں۔ مجموعی حیثیت میں دیکھو یا ایک ایک گوشہ پر نظر ڈالو۔ ایسا کوئی رخ نہیں جس پر زیبائش کا نقاب نہ آویزاں ہو۔

ستاروں کا نظام اور ان کی گردش۔ سورج کی روشنی اور اُس کی رنگ برنگی۔ چاند کا چکر اور اس کا اتار چڑھاؤ۔ فضائے آسمانی کا پھیلاؤ اور اُس کی نیرنگی۔ بارش کا سماں، سمندر کا منظر، دریاؤں کی روانی، پہاڑوں کی بلندیاں، اُن کی برف پوش چوٹیوں کی چمک دمک، حیوانات کے جسم اور ان کی بے شمار قسمیں۔ نباتات کے مخملی فرش، چراگاہوں کے سرسبز تختے، باغ وچمن کی ہری ہری کیاریاں پھولوں کی عطر پاشی، پرندوں کے نغمے، صبح کا ہنس مکھ چہرہ اور شام کا تاریک گھونگٹ، غرض جو کچھ بھی ہے حسن وجمال کا ایک تماشا ہے جس کے جلوے ہماری زندگی کو خوشگوار بنا رہے ہیں۔ پریشانیوں کے بجائے سکون بخش رہے ہیں اور مشکلات کے زخموں کے واسطے مرہم تیار کر رہے ہیں۔

فطرت جمیل کیوں ہے؟ یہ کیوں ہے کہ فطرت حسین ہے اور جو کچھ اُس سے ظہور میں آتا ہے وہ حسن وجمال ہی ہوتا ہے۔
یقیناً دنیا اپنے بننے کے لئے اُس کی محتاج نہ تھی کہ تتلی کے

پروں میں عجیب و غریب نقش و نگار ہوں۔ رنگ برنگ کے خوبصورت
پرند درختوں پر چہچہا رہے ہوں۔ طرح طرح کی مچھلیاں دریاؤں
میں اچھل رہی ہوں اور آسمان کے سائبان کو چھوٹے بڑے تاروں
سے سجایا گیا ہو۔

انسانی غور و فکر کی کنج و کاو یہ عقدہ حل نہ کر سکی کہ اس خلقت
کے ساتھ یہ حسن کیوں ہے اور بناوٹ کے ساتھ سنگار کیوں
ضروری ہے۔

قرآنِ حکیم اس عقدہ کو حل کرتا ہے وہ بتاتا ہے کہ یہ اس لئے
ہے کہ فاطر ہستی رحمٰن و رحیم ہے اُس کی رحمت ہر چیز کے لئے عام ہر
اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ۔ اس کے لطف و احسان کا یہی
تقاضا ہے کہ جو کچھ ہو حسین و جمیل ہو تاکہ زندگی خوشگوار اور پر لطف،
اور دلچسپیوں کا گہوارہ بن سکے۔ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ
الْخَالِقِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اسلام اور تقاضائے فطرت

صدر جلسہ نے اعلان کیا اب ہمارے پروگرام کا بہت معمولی مگر نہایت اہم حصہ باقی رہ گیا ہے۔ معمولی اس لحاظ سے کہ بہت کم وقت صرف ہوگا۔ اور اہم اس لحاظ سے کہ نہایت قیمتی اور قابل قدر مقالے ہیں جو آپ کے سامنے پیش کئے جارہے ہیں۔

پہلا مقالہ اخلاق حسین صاحب متعلم درجہ پنجم پیش کریں گے جس میں وہ ظاہر فرمائیں گے کہ اسلام کوئی بناوٹی اور باہر سے لائی ہوئی چیز نہیں ہے بلکہ ایسا دین اور ایسا مسلک اور راستہ ہے کہ فطرت انسانی خود اس کا تقاضا کرتی ہے۔ آپ کی تقریر کا عنوان ہے:۔

"اسلام اور تقاضاء فطرت"

آپ کے مقالہ کے بعد درجہ ششم کے دوسرے ساتھی عبدالحق صاحب اپنا مقالہ پیش فرمائیں گے۔ ممکن ہے آپ ان کے مقالہ کو سب سے بہتر اور سب سے پسندیدہ مقالہ قرار دینے لگیں آپ کے مقالہ کا عنوان ہے:۔ "اسلام کے فائدے اور خوبیاں"

صدر صاحب کے اعلان کے بعد اخلاق حسین صاحب اسٹیج پر پہونچے اور اپنا مقالہ شروع کیا جسمیں حمد و ثنا کے بعد کہا گیا تھا:۔

کس قدر عجیب بات ہے۔ اسلام جو ہر ایک کا تھا ہر ایک کے لئے تھا اور ہر ایک کے لئے ہے۔ اُس کو ایک خاص گروہ کا سمجھ لیا گیا ہے۔

عزیزانِ محترم!

ہر ایک کی پیدائش اسلام پر ہوتی ہے اور نہ صرف انسان بلکہ سارے عالمِ وجود اور پوری کائنات کی ہر ایک چیز اپنی فطرت کے لحاظ سے "مُسلِم" ہے۔

معاف فرمایئے! جو کچھ عرض کر رہا ہوں یہ شاعری نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

غور فرمایئے۔ اسلام کے معنی ہیں "مان لینا، گردن جھکا دینا، اطاعت اور فرماں برداری کرنا"۔

مسلم کے معنی ہیں "فرماں بردار۔ گردن جھکا دینے والا، مان لینے والا"۔

اب آپ ہی بتایئے۔ کائنات کی کونسی چیز ہے جو اپنے رب کی فرماں بردار نہیں جو اپنے خالق کے منشاء اور مقصد کو پورا کرنے میں رات دن مصروف نہیں لہذا کائنات کی ہر چیز "مسلم" ہے۔

یہی فرماں برداری جو ہر ایک کی فطرت ہے۔ اسلام ہے یہی اسلام عند اللہ دین ہے۔ اور یہی دین دینِ فطرت ہے۔

ہماری دنیا کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ روشن بلکہ روشنی اور حرارت کے بادشاہ "آفتاب" کی فرمانبرداری، چاندنی رات کے راجا "چاند" اور اندھیری رات کے سیاہ شامیانے میں سجے ہوئے قندیل یعنی جگمگاتے ہوئے تاروں کی اطاعت اور فرماں برداری دن رات ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ قدرت نے جو پروگرام مقرر کر دیا ہے ناممکن ہے اُس میں کوئی سُستی ہو، یا کبھی کوئی غلطی واقع ہو۔

دن اور رات کے سیاہ اور سفید رِیلے ایک دوسرے پر ایسی یکسانیت سے لپٹتے رہتے ہیں کہ جو پیمانہ سیاہ ریلے کا مقرر ہے نہ اُس میں کبھی انچ بھر فرق آتا ہے اور نہ سفید ریلے کی پیمائش میں کبھی بال برابر کمی بیشی ہوتی ہے۔

دن میں دھوپ آتی ہے۔ سایہ چلا جاتا ہے۔ پھر جب سایہ

۱؎ رِیل صرف دھاگے کی رِیل کو ہی نہیں کہتے، بلکہ کاغذ یا کپڑا کئی کئی سو گز لانبا جو گولائی میں لپٹا ہوا ہوتا ہے اُس کو بھی رِیل کہتے ہیں۔ یہاں بھی رِیل مراد ہے۔ ۲؎ مثلاً یکم جنوری کو آفتاب کے طلوع یا غروب ہونے کا جو وقت مقرر ہے اور جتنے گھنٹہ، منٹ اور سکنڈ کی رات ہونے والی ہو کبھی بھی یکم جنوری کو اس میں فرق نہیں آتا۔

آتا ہے تو ایک خاص[1] ضابطہ اور قاعدہ کے ساتھ کبھی برابر ہوتا ہے کبھی برابر سے کم اور کبھی زیادہ، کبھی دائیں کو جھکا ہوا۔ کبھی بائیں کو، غرض جو قاعدہ اور ضابطہ مقرر ہے کیا مجال ہے کبھی اس سے سرتابی ہو

سمندروں کے مدوجزر۔ دریاؤں کے اتار چڑھاؤ۔ موجوں کے تلاطم، بادلوں کے اُٹھنے، فضا میں پھیلنے، گرجنے اور برسنے کے لئے ابرنیساں کی بڑی بڑی بوندوں کے ٹپکنے، سیپ کے سفید کوزوں میں موتیوں کے جمنے اور بڑھنے، سرخ و سیاہ سفید اور بھورے پتھروں کے جگر میں لعل درخشاں کے پیدا ہونے، کیڑوں[2] کے جنم لینے۔ گرم و سرد پہاڑوں کے سرسبز و شاداب ہونے اور آتش فشاں بننے کے واسطے۔

درختوں اور پودوں کے جمنے، شاخوں کے پھوٹنے اور کونپلوں کے نکلنے، تنوں اور بیلوں کے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے لئے، حیوانات کے چرنے، پرندوں کے اڑنے، مویشیوں کے گلّوں،

---

[1] مثلاً خط استوار کے رہنے والوں کا سایہ گرمیوں میں ٹھیک اُن کے قدموں پر پڑتا ہے اور خط استوار سے شمال یا جنوب میں رہنے والوں کے سائے داہنے یا بائیں بھی رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ [2] ایک کیڑا ایسا بھی ہوتا ہے جو پتھر کے اندر پیدا ہوتا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

وحشیوں کی ڈاروں، پرندوں کی قطاروں اور خود حضرت انسان کے پیدا ہونے، بڑھنے، جوان اور بوڑھا ہونے کے لئے جو ضابطے اور قاعدے مقرر ہیں ہر ایک ان کا پابند ہے اور ان کے احکام کا فرمانبردار و اطاعت شعار ہے۔ کبھی تم نے دیکھا کسی صنف یا جنس نے اپنے فطری قواعد کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہو۔

مختصر یہ کہ دنیا کی ہر چیز قانون قدرت کے ہر ایک فیصلہ کے سامنے سرنگوں اور اُس کے ہر ایک حکم کی فرماں بردار ہے۔ بس ہر ایک "مسلم" ہے اور اُس کا دین و آئین "اسلام" ہے۔

خود انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے "مسلم" ہے، مثلاً انسان کی پیدائش کا ایک خاص قانون ہے۔

ہر بچّہ اس قانون کے سامنے گردن جھکائے ہوئے پیدا ہوتا ہے۔ انسان کے ہر ایک عضو، اُس کی رگوں اور پٹھوں، اس کے گوشت و پوست میں اسلام بھرا ہوا ہے۔ کیوں کہ مثلاً خون کی روانی، گوشت و پوست کی ساخت، ہڈیوں کا سخت ہونا، پٹھوں کا نرم اور جوڑوں کا پھسلواں ہونا۔ یہ سراسر اس حکم کی اطاعت ہے جو قانون قدرت نے ان کے لئے جاری کر دیا ہے

پوری کائنات میں اور کائنات کے تمام شعبوں اور حصوں میں

صرف ایک بہت ہی معمولی سا حصہ ہے جس میں انسان کا امتحان لیا جاتا ہے۔ کتاب اللہ یعنی قرآن حکیم کی سیکڑوں آیتوں میں پوری کائنات اور کائنات کی ایک ایک قسم اور نوع کی اطاعت شعاری اور فرماں برداری کو مثال میں پیش کرکے انسان سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ جس طرح ہر جگہ اسلام پھیلا ہوا ہے اور جس طرح ہر ایک کی فطرت میں اطاعت اور وفاداری کوٹ کوٹ کر بھری گئی انسان اس حصہ میں بھی اطاعت اور فرمانبرداری سے کام لے۔ بغاوت، سرکشی اور نافرمانی سے گریز کرے۔

یہ کونسا حصہ ہے۔ یہ انسان کے اُن اعمال کا حصہ ہے جن کے کرنے نہ کرنے کا اُس کو اختیار دیا گیا ہے۔

آنکھ دیکھ سکتی ہے یا نہیں۔ یہ تمہارے اختیار کی بات نہیں یہ خدا کی مرضی پر ہے کہ چاہے اس کو بینا بنائے یا نابینا (معاذ اللہ)

زبان بول سکتی ہے یا نہیں یہ تمہارے بس کی چیز نہیں۔ یہ بات صرف خدا کے بس میں ہے کہ وہ زبان کو گونگا بنائے یا ناطق و متکلم۔

کان سُن سکتے ہیں یا نہیں۔ یہاں تمہارا اختیار نہیں چلتا، یہاں صرف خدا، وحدہ لاشریک کا اختیار کام کرتا ہے کہ وہ اس میں قوتِ سمع پیدا کرے یا اس کو بہرا بنا دے

البتہ تمہارے اختیار کی بات یہ ہے کہ تم نظر سے کام لے کر قرآن شریف پڑھو، حدیث شریف کا مطالعہ کرو یا افسانوں اور ناولوں اور جھوٹی کہانیوں کے مطالعہ میں اس قیمتی جوہر کو ضائع کرو،

زبان سے کام لے کر اللہ کی یاد کرو۔ اچھی باتوں کی تعلیم دو، یا غیبت، چغلی، جھوٹی باتوں اور گالی گلوج میں اس کو ناپاک کرو۔

کان جو خدا کی بہت بڑی نعمت ہیں، ان سے اچھی باتیں سنو، اُستاد کی تقریر یا قاری صاحب کی تلاوت کی طرف ان کو لگا دو۔ یا گانے کی آواز، باجے، گاجے کی طرف ان کو متوجہ کرو

پس یہ طے کر لینا کہ اپنے اختیار کے کاموں میں بھی اللہ کے حکم کی اطاعت کروں گا، یہ اسلام ہے اور جو طے کر رہا ہے اس کا نام "مسلم" ہے۔ اس میں نہ خاندان اور برادری کا سوال ہے، نہ رنگ و نسل کا۔ جو بھی یہ طے کرتا ہے وہ مسلم ہے، حبشی ہو یا فرنگی، عربی ہو یا عجمی، مرد ہو یا عورت، سب برابر ہیں اور سب آپس میں بھائی بھائی۔

اور مذہبوں کے ناموں میں ایک طرح کی حد بندی ہو گئی مثلاً عیسیٰؑ یا موسیٰؑ یا بودھ وغیرہ کا نام آگیا۔ یہ انسان تھے خاص

---

[1] یعنی زبان سے اقرار کرنا۔ دل سے ماننا اور اعضاء سے عمل کرنا۔

خاص ملکوں کے رہنے والے۔ خاص خاص خاندانوں اور برادریوں سے ان کا تعلق تھا۔

جب ان کے نام[1] پر مذہب کا نام پڑا، تو قدرتی طور پر ایک قسم کی خصوصیت آگئی۔ مگر اللہ کا آخری پیغام چونکہ تمام دنیا کے لئے عام تھا۔ اُس میں کسی قسم کی حد بندی نہیں تھی تو اس کا نام بھی ایسا ہی عام ہے یعنی "اسلام[2]"

یہ چند جملے ہیں جو اس موضوع پر آپ حضرات کے سامنے پیش کئے گئے، امید ہے کہ نظر قبول سے شرف بخشا جائے گا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

---

[1] مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر عیسائیت، موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو یہودی یا اسرائیلی کہا جاتا تھا۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام تھا۔ اور یہودا ان کے بیٹے کا نام جس کی مناسبت سے یہودی کہا جاتا ہے

[2] یہ یورپ والوں کا ظلم ہے کہ انہوں نے اپنے مذہب کی طرح "اسلام میں بھی حد بندی پیدا کرنے کے لئے مسلمانوں کو "محمڈن" کہنا شروع کر دیا۔ مگر یہ نام نہ اللہ اور اُس کے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے رکھا۔ نہ قرآن اور کسی حدیث میں اس کا تذکرہ ہے۔ نہ مسلمان یہ نام قبول کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے "مسلم" نام رکھا ہے۔

اسلام کے فائدے اور خوبیاں

جیسے ہی اخلاق حسین صاحب نے اپنا مقالہ ختم کیا۔ صدر جلسہ کے سابق اعلان کے مطابق عبدالحق صاحب کھڑے ہوئے اور آپ نے اپنا مقالہ پڑھنا شروع کیا جس میں خطبہ مسنونہ کے بعد کہا گیا تھا۔

حضرات جو موضوع میرے سپرد ہے اس کے دامن بہت وسیع ہیں "اسلام کے فائدے اور خوبیاں" اس قدر ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے اور یہ تو قطعاً ناممکن ہے کہ تھوڑے سے وقت میں زبان، یا قلم سے تمام خوبیوں اور فائدوں کو بیان کردیا جائے لیکن جب اس جلسہ کے پروگرام میں یہ موضوع مجھ بے بضاعت کے سپرد ہے تو تعمیل ارشاد کے لئے چند فائدے بطور "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کر رہا ہوں۔

حضرات! اسلام کا سب سے پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ فطرت کا تقاضا پورا ہوتا ہے کیونکہ جب انسان پوری کائنات کی طرح تمام پیدائشی باتوں میں قانونِ قدرت کا پابند ہے تو تقاضائے فطرت یہ ہے کہ جو کام پیدائشی نہ ہوں بلکہ اختیاری ہوں اُن میں بھی احکام خداوندی

کا پابند رہے اور اپنے اختیارات کو اُسی وحدہ لاشریک لہ کی مرضی کے سانچے میں ڈھالے۔

(۲) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ عدل وانصاف کا بول بالا ہوتا ہے ظلم کی جڑ کٹتی ہے کیونکہ جب عالم وجود کی ہر چیز اور خود انسان کی تمام پیدائشی چیزیں مسلم ہیں تو انصاف یہ ہے کہ انسان اپنے اختیاری کاموں میں بھی مسلم ہو یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمان بردار۔ ایسا نہ کرنا یعنی اپنے اختیاری کاموں میں سرکش اور "شتر بے مہار" بننا ظلم ہے۔

پس اسلام سے انصاف کی بنیاد قائم ہوتی ہے، عدل کا بول بالا ہوتا ہے اور انصاف کے مدمقابل یعنی ظلم کی جڑ کٹتی ہے

(۳) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ نوع انسان میں مساوات اور یکسانیت قائم ہوتی ہے یعنی انسان انسان میں کوئی حد بندی قائم نہیں رہتی۔ جو بھی اختیاری کاموں میں احکامِ خداوندی کا تابع ہو وہ مسلمان ہے ایک دوسرے کا بھائی اور عزیز، نہ چھوت چھات کا یہاں دھوکا نہ کالے اور گورے کا کوئی فرق۔

(۴) دنیا جہان کی ہر ایک چیز کو اپنے استعمال میں لاسکنے کا جائز حق قائم ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یوں تو دنیا کی ہر چیز انسان

کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور انسان کو یہ قدرت دی گئی ہے کہ وہ
جس چیز کو چاہے اپنے قبضہ میں لاکر اُس سے کام لے۔ وہ سمندروں
کی چھاتی پر جہاز تیرائے۔ زمین کی کمر پر ریلیں دوڑائے۔ ہوا کی
سطح پر ہوائی جہازوں کے تختت بچھائے، بجلی کو قابو میں لائے،
آفتاب کی کرنوں کو مسخر کرکے اُن سے اپنے چولھے اور بھٹیاں
دھکائے، لیکن اگر وہ اللہ کا بن کر یہ کام کرتا ہے۔ یعنی اپنے اختیاری
کاموں میں خدا کا فرماں بردار بن کر ان پر قبضہ کرتا ہے تو اپنے حق
کو جائز طور پر استعمال کر رہا ہے۔ گویا سرکاری آدمی سرکار کی
اجازت سے سرکاری چیز کو کام میں لا رہا ہے۔ اور اگر اپنے اختیاری
کاموں میں سرکش اور باغی ہے تو جس طرح اُس کی بغاوت ظلم تھی
ایسے ہی اس کا یہ استعمال بھی ظلم ہے اور وہ سراسر ظالم ہے۔

(۵) تحقیق و تفتیش، غور و خوض اور سوچ وچار کی لائن درست
ہوتی ہے صحیح راستہ قائم ہوتا ہے۔

یعنی جو خدا ہی کو نہیں مانتا۔ (معاذ اللہ) یا اپنے اختیاری
کاموں میں احکامِ خداوندی کی تعمیل ضروری نہیں سمجھتا۔ اُس کی
دماغی تعمیر کی پہلی ہی اینٹ ٹیڑھی ہے۔ اُس کی نظر ظاہر کی بھول
بھلیوں میں الجھی ہوئی ہے۔ اس کے سوچ وچار کا جب راستہ ہی

درست نہیں تو اس کی نظر حقیقت تک پہونچ ہی نہیں سکتی اور جس طرح وہ یہاں کور چشم ہے آخرت میں بھی کور چشم اور اخروی نعمتوں سے محروم رہے گا۔

لیکن اگر اس کی نظر ظاہری دنیا کے ان دھندلکوں اور تاریکیوں سے پار ہو کر حقیقت تک پہونچتی ہے تو وہ جس طرح دنیا میں صاحب عقل و شعور، صاحب بصیرت، تحقیق اور تجربہ کا مالک ہے آخرت میں بھی حقیقت کا نور اس کے سامنے ہوگا۔ ہر طرح کے راحت و آرام سے ہمکنار ہوگا۔ بے شمار نعمتیں اُس کے دامن میں ہوں گی اور اللہ کا دیدار اُس کو میسر ہوگا۔

دیکھو! اسلام یہ نہیں کہتا کہ ترقی کے راستوں سے مونھ موڑ کر۔ سائنس کی تحقیقات پر لعنت بھیجتے ہوئے مسجد کے کسی کنارہ میں بیٹھ جاؤ اور دنیا بنانے کی فکر نہ کرو۔ ہرگز اسلام کی یہ تعلیم نہیں، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ سب کچھ کرو، ترقی کے راستے میں تیز گام رہو۔ البتہ کسی بھی جد و جہد اور کسی بھی تحقیق و تفتیش کے وقت فطرت کو نہ بھولو۔ جس طرح دنیاوی ترقی کے تمام تقاضوں کو پورا کرو، اسی طرح فطرت کے اس مطالبہ کو بھی نظر انداز نہ کرو کہ تم مخلوق ہو لہٰذا خالق کا ادب کرو۔ اس کی تعظیم کرو اور اس کے احکام کے سامنے

سرِ تسلیم خم کرو۔

قرآن شریف کے صفحات ہمارے سامنے کھلے ہوئے ہیں جن میں جگہ جگہ فطرت کی نیرنگیوں کو نہایت ہی دل کش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ کہیں دریاؤں اور سمندروں کے عمل[1] بیان کئے گئے ہیں کہیں پہاڑوں اور اُن کے سبزوں کے رنگ اور ان کی قسموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جگہ جگہ درختوں اور ان کے پھلوں کی نعمتیں شمار کرائی گئی ہیں۔ زمین کی پیداوار، زمین کی بناوٹ، اُس کے چشموں اور چراگاہوں سے حاصل ہونے والے منافع کا ذکر بار بار کیا گیا ہے اور سب سے بڑی اس نعمت کا تذکرہ بار بار فرمایا گیا ہے کہ یہ سب کچھ تمہارے لئے ہے اور تمہارے حوالہ ہے۔ تمہارے لئے زمین و آسمان کو مسخر کر دیا گیا۔

لہ مثلاً سمندروں میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا، پہاڑ جیسی موجوں سے ہوتے ہوئے۔ کشتیوں اور جہازوں کا محفوظ رہنا، اُن میں موتی اور مونگے کی پیداوار ایسی بڑی بڑی مچھلیاں کہ انسان کو نگل جائیں وغیرہ وغیرہ

لہ مثلاً من الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانہا و وغرابیب سود الایہ سورہ روم)، ومنہا ما یتفجر منہ الانہار ومنہا ما یھبط من خشیۃ اللہ (سورہ بقرہ)

گویا یہ سبق بار بار دُھرایا گیا ہے کہ غور و خوض اور تحقیقات میں کوتاہی مت کرو۔ زمین کے طبقات کی بھی تحقیق کرو، چاند، سورج اور اجرام سماویہ سے نفع اندوزی میں بھی کوتاہی نہ کرو، پیٹرول کے چشمے تلاش کرو، سونے، چاندی کی کانیں ڈھونڈو، کچھ اور ڈھونڈھ سکتے ہو تو وہ بھی ڈھونڈو، مسلم ہو تو سب کچھ کرو، تحقیق و تفتیش میں کسی غیر مسلم سے ہرگز پیچھے نہ رہو۔

فرق تم میں اور غیر مسلم میں یہ ہو گا کہ تمہارا تصور ہر قدم پر یہ ہوگا کہ یہ سب کچھ میرے لئے ہے تو مجھے اپنے خدا کا بن کر رہنا چاہیے جس طرح خدا نے یہ سب نعمتیں میرے حوالہ کر دی ہیں اسی طرح میرا فرض ہے کہ میں اپنے من، تن، دھن کو اُس کے حوالہ کر دوں یہی اسلام ہے اور اسی کا نام تسلیم و رضا ہے۔

(۶) اطمینان کی نعمت میسّر آتی ہے اور حیاتِ طیبہ نصیب ہوتی ہے۔

دیکھو تم جوان ہو کر صاحب اولاد بھی ہو جاؤ، تو اگر ماں، باپ کا سایہ تمہارے سر پر ہے تو تمہیں مزید اطمینان رہتا ہے۔ ایسا اطمینان کہ دنیا میں ڈھونڈے سے وہ اطمینان میسر نہیں آتا، بے شک سب کچھ کرنا تمہیں ہی ہوتا ہے۔ مثلاً نوکری تم ہی کرتے ہو،

روپیہ تم ہی کماتے ہو، گھر کا سامان بھی تم ہی لاتے ہو، بچے بیمار ہوں تو علاج بھی تم ہی کرتے ہو لیکن اس کے باوجود دل کو اطمینان رہتا ہے کہ ضرورت پڑے گی تو گھر کے بڑے موجود ہیں وہ سنبھال لیں گے۔

اس اطمینان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ جب چاہتے ہو، جہاں چاہتے ہو چلے جاتے ہو، کہ ضرورت ہوگی تو والد صاحب دیکھ بھال کر لیں گے۔

کوئی اُلجھن پیش آتی ہے تو والد صاحب کے مشورہ پر عمل کرتے ہو اور مطمئن ہو جاتے ہو کہ برائی بھلائی کے ذمہ دار والد صاحب ہوں گے۔

مدرسہ کے ارکان یا کسی ادارہ کے ذمہ دار اگر اپنا سرپرست رکھتے ہیں تو اطمینان کی بیش بہا دولت اُن کو میسر رہتی ہے۔ بسا اوقات کسی پیچیدہ معاملہ کا حل اُن کے سامنے نہیں آتا وہ سرپرست کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ سرپرست کا مشورہ اُن کی پیچیدگیوں کا ایسا حل ہوتا ہے جس سے اُن کے دل مطمئن ہوتے ہیں اور وہ خوشی سے سخت سے سخت صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار

ہو جاتے ہیں کیونکہ اُنہیں اطمینان ہوتا ہے کہ ان کا پشت پناہ موجود ہے۔ اگر ناکامی بھی ہوئی تو بدنامی تو ہرگز نہ ہوگی اور یہ کہنے کا کسی کو موقع نہیں ملیگا کہ سُرکھری فوج کے سپاہی ہیں جن کا سردھرا کوئی نہیں، تم اپنے اختیاری کاموں کو خدا کے حوالہ کرکے اور اپنے ہر ایک قول وفعل میں اللہ کا حکم تلاش کرکے اور اُس پر عمل کرکے اطمینان کی وہ نعمت حاصل کر رہے ہو جو تمہارے سوا دنیا میں کسی کو میسر نہیں ہے۔ یہی اسلام ہے۔ یہ ہی "حیات طیبہ" کی دولت لازوال ہے۔ غور تو کرو یہ جملہ کتنا شیریں ہے۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ نعم المولیٰ ونعم النصیر[1]

(۷) عزت نصیب ہوتی ہے، مخلوق کا اعتماد حاصل ہوتا ہے یعنی جب تمہارے غور وفکر کی بنیاد عدل وانصاف پر قائم ہوئی ہو تو ہر موقع پر عدل وانصاف سے ہی کام لوگے۔ جب تم خالق کے ہو چکے ہو تو لامحالہ اُس کی مخلوق پر رحم وکرم ہی کروگے۔ ظلم وزیادتی کے تصور سے بھی تمہارا دماغ پاک رہے گا۔ پس مخلوق خدا بھی بھلائی کا جواب بھلائی ہی سے دے گی۔ اُس کی گردنیں تمہاری عزت اور تعظیم کے لئے جھکیں گی۔ وہ تم پر بھروسہ کرے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں اس دنیا میں بھی عزت کی زندگی نصیب

---

[1] ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی بہت اچھا ذمہ دار ہے۔

ہو گی اور آخرت میں بھی[1]۔

اللہ والوں کی ہزاروں مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ زندگی میں اُن کی عزت کی گئی بلکہ مرنے کے بعد دلوں پر اُن کی عزت کا سکہ جما ہوا ہے۔ اور نہ صرف مسلمان بلکہ بہت سے ہندو بھی ان کا ادب اور احترام کرتے ہیں[2]۔

حضرات! اسلام کے یہ چند فائدے سرسری طور پر پیش کر دیئے گئے۔ آپ غور کریں گے تو اور بہت سے فائدے خود آپ کے ذہن میں آجائیں گے۔ لہٰذا اب رخصت ہوتا ہوں،

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

---

[1] وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمن الآیہ سورہ منافقون

[2] حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح، حضرت سید سالار مسعود غازی رح اور اس طرح کے بہت سے بزرگ ہیں جن کی تعظیم سب ہی کرتے ہیں کیونکہ یہ حضرات پکے اور سچے مسلمان تھے۔

طریقۂ تعلیم اور مسئلۂ تعلیم

اس دورِ پُر آشوب میں کہ بچوں کیلئے سرکاری
تعلیم لازمی کر دی گئی ہے، دینی تعلیم نہ کورس میں داخل ہے
اور نہ سرکاری اسکولوں میں مذہبی اور دینی تعلیم کا کوئی
انتظام ہے۔ بچوں کو اگر دینی تعلیم دی جا سکتی ہے تو صرف
صبح شام کے تھوڑے وقت میں۔ مگر بچے فطری اور قدرتی
طور پر کھیل کے حریص ہوتے ہیں اور اسکول میں جانے والے
بچوں کو صبح یا شام کا ہی وقت کھیل کود کے لئے ملتا ہے، اس
وقت اُن کو پڑھانا بہت مشکل ہوتا ہے اور ماں باپ کا بھی
ہوتا ہے کہ وہ اپنے ننھے مُنّے نونہال کو کھیل سے منع کر کے پڑھنے
مجبور کریں۔ پس کیا صورت ہو سکتی ہے کہ بچوں کو دینی تعلیم سے دلچسپی
وہ کھیل کود کے وقت کو اپنی خوشی سے دینی تعلیم میں صرف کر سکیں اور دیندار
بن سکیں۔ یہ تمام باتیں اس کتاب میں سمجھا دی گئی ہیں۔ یہ کتاب اُستادوں
کی رہنما ہے اور اُن کے لئے ٹریننگ کا کام دیتی ہے۔

اس کتاب میں طریقۂ تعلیم کے علاوہ مسئلۂ تعلیم سے متعلق اور
بھی ایسے ضروری مضامین جمع کر دیئے گئے ہیں جن کا مطالعہ
ہر ایک ہمدردِ ملت کے لئے ضروری ہے۔ ہماری بہنیں
اور مائیں جن کی آغوشِ تربیت میں بچے دیندار بن سکتے ہیں
اُن کیلئے بھی اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے
اِس کتاب میں اُن کو بھی مفید مشورے دیئے گئے ہیں۔

قیمت۔ ایک روپیہ آٹھ آنے (۱/۵۰)
علاوہ محصول ڈاک

منیجر الجمعیۃ بُک ڈپو
قاسم جان اسٹریٹ دہلی - ۶

خلیق

Only Title Printed at Jaipur Art Press Delhi-6